

اَقْوَالِ صَادِق



مُحَمَّدُ صَادِق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

اللَّهُ نَبِیُّ وَاَرِثُ

وارث شاہ میاں تیرا علم ہو یا مشہور و چجن تے انس طیریں

اقوال صادق

رشحاتِ قلم

محمد صادق

سنڈراف سپرچوئل سائنسز

بابو صابو، لاہور بائی پاس، لاہور

102-375
جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

باراول	بعض عنوان علم ابھی تشریح طلب ہے ۱۹۹۱ء
باراول	بعض عنوان عشق ابھی تشنہ تکمیل ہے ۱۹۹۶ء
باردوم	اقوال صادق (مکمل) ۲۰۰۹ء
ٹائٹل	محمد فاروق بھٹی
کمپوزنگ	سجاد سلیم ، یاسر مقصود
پبلشرز	ایڈوائس پبلشرز، LG-18 خلیج ٹاور،
	38-A جیل روڈ، لاہور پاکستان
مطبوعہ	احباب پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	۵۰۰
قیمت	۳۸۰ روپے

سندھ آف سپرچوئل سائنسز

بابو صابو، لاہور بائی پاس، لاہور

اس گُڑّہ ارض پر کروڑوں حیوان اور درندے انسانوں کی
صورت میں ملتے ہیں۔



ہر جاندار کی رُوح ایک ستارے سے متعلق ہے۔



اگر کوئی آنکھ مکمل کائنات کا نظارہ کر سکے تو یہ بھی انسانی صورت
میں دکھائی دے گی۔



انسان وجوہِ کل میں اس طرح موجود ہے جیسے مادہ تولید کا کوئی
جز ثومہ انسانی جسم میں۔



انسانی خیال۔ خیالِ کل کا مد و جزر ہے۔



اگر رُوحانی مشاہدہ یکساں ہوتا تو مذاہب میں اختلاف نہ ہوتا۔



کائنات کی تسخیر خیال کی رفتار کے پیمانے سے ممکن ہوگی روشنی کا
پیمانہ تبدیل ہو جائے گا۔



صبر، سخاوت، محبت اور خلقِ رُوحانی کیفیت کے اظہار کے نام ہیں



عمل خیال کے بغیر ناممکن ہے اس لئے اصلاح خیالات
کی ہونی چاہیے۔



قرآن مجید کے اسماء کے معانی الفاظ سے ممکن نہیں۔



ہر دقیق اور پیچیدہ شے کا تصور جاہل کو آسان اور سہانا لگتا ہے۔



جب وجوہِ دُکُل اور شعورِ کُل کی توحید نصیب ہوتی ہے تو معجزہ
اور کرامت سمجھ میں آ جاتی ہیں۔



نہ جانے انسان یہ تسلیم نہ کرنے پر کیوں اڑا ہوا ہے کہ شعورِ انسانی
کائنات کے حوالے سے ہمیشہ ناچختہ اور نابلدہی رہے گا؟



جُزوی جسم کے حوالے سے انسان کبھی بھی موت پر
قابو نہیں پاسکے گا۔



خدا کو توحید کی آنکھ ہی دیکھ سکتی ہے۔



حقیقت کو پا کر بیان کرنا بڑا ہی کٹھن مرحلہ ہے۔



حقیقت کے بارے میں انسانی نظریات بدلتے ہی رہیں گے مگر
توحید ازل سے ابد تک یکساں ہے اور یکساں ہی رہے گی۔



جوشے عام ہو جائے خواص اس کو ترک کر دیتے ہیں۔



نیکی اور بدی کی پہچان انسانی ذہن کی تفریق ہے اور دو انسانوں کی عقل یکساں نہیں ہوتی۔



ارتقائے جسم ارتقائے روحانی کی مخالف سمت میں جاتا ہے۔



خیال کی درستی ہی سے عمل کی درستی ممکن ہے۔



ماضی، حال اور مستقبل کو جوڑنے والی پگڈنڈی کا نام
عمر ہے۔



جب انسان ماضی اور مستقبل سے نجات پالیتا ہے
تو حال رہ جاتا ہے جو فنا سے مبرا ہے۔



خوشی نہ بانٹنے سے عذاب بن جاتی ہے۔



جلال کی حالت میں بندگی ممکن نہیں۔



رُوح پانی پر فریفتہ ہے اور یہ رشتہ کروڑوں، اربوں سالوں
پر محیط ہے۔



حواسِ خمسہ سے رُوح اور نفس دونوں جھانک سکتے ہیں مگر جب
رُوح جھانکتی ہے تو کائنات بہشت دکھائی دیتی ہے۔



کچھ خیالات کے ظہور میں آنے سے پیشتر ان کی ماہیت کو جانتے
ہیں اور بعض ان کو بدلنے کی قدرت بھی رکھتے ہیں۔



حُسن مختلف حالتوں میں ہر جگہ یکساں ہے۔



عطا سابقہ اعمال ہی کا انعام ہے۔



کسی کے خیال کو بدلنے کی قدرت اسی وقت میسر آتی ہے،
جب کوئی اصل خیال ہی کو جان لے۔



روح جسم کے بغیر بھی خوشبو، رنگ اور راگ سے مُسرور ہوتی ہے۔



خیال نے بے خیالی سے جنم لیا اور پھر اسی بے خیالی میں
جانے کے لئے بے قرار ہے۔



روح کا جمادات، نباتات اور حیوانات تک سے تعلق ہے
اور ہر ایک کی زبان سے متعارف ہے۔



شیطان دُنیاوی لالچ دے کر انسانی قُرب حاصل کرتا ہے۔



الہامی کتابوں میں تضاد صرف ازلی اندھوں کو نظر آتا ہے کیونکہ
وہ پیغمبروں کو اپنے آپ پر گمان کرتے ہیں۔

خُدا کا فضل تاریک راتوں کو روشن آنکھ سے مُنوّر کر دیتا ہے۔



اشیاء تبدیل ہوتے ہوتے پھر اپنی اصلی حالت میں آجائیں گی اس
لئے ارتقاء صرف درمیانی حالت کا نام ہے۔



رُوحانیت عطائی ہے، اختیاری نہیں، اس لئے رُوحانیت کے
متلاشیوں کے لئے کوشش عبث ہے۔



بدخواہ کی صحبت سے خُدا محفوظ رکھے۔



حقیقت سے ہمکنار ہو کر انحراف کرنے والا شاید ہی
دوبارہ اس کو پاسکے۔



جب خُدا ہر شے پر قادر ہے تو پھر تُو کیا کرتا پھر رہا ہے۔



ظاہری حواس خمسہ سے دکھائی دینے والی چیزیں حقیقت نظر آتی
ہیں۔ دیکھنے اور نتیجہ اخذ کرنے والا آلہ حقیقت ہے یا نہیں؟

یہ کون بتائے؟



جہانوں کو پانے اور پر کھنے کے ذرائع مختلف ہیں،
اس لئے ایک کی حقیقت دوسرے کا وہم ہے۔



خُدا کو پایا جاتا ہے؛ جانا نہیں جاتا۔



وقت کو مشین سے خلط ملط کر دیا گیا ہے،
دراصل وقت تو مشاہدے کی حقیقت ہے۔



خیال نے مجھے اور تجھے ظہور بخشا مگر میں اور تُو سے بالا رہا۔



رُوح ہر صورت کا رُوپ دھار لیتی ہے،
مگر پہلی جھلک بھی برقرار رکھتی ہے۔



رُوحانی خامشی میں ساز بھی خاموش بجتا ہے۔



رُوح کا مستقبل جسم کا حال ہے اور جسم کا مستقبل رُوح کا حال۔



خیر اور شر دونوں عدل کے تابع ہیں۔



جب رُوحانی زندگی کا دور آئے گا تو خود مختاری کے مرض کے مریض
رُوحانی شفا خانوں میں پاگلوں کی طرح زیرِ علاج ہوں گے۔



دُنیاوی غم اور خوشی کا رُوح سے وہی تعلق ہے جیسے کسی ڈرامے یا فلم
کے کردار کا اس کے رول کے ساتھ۔



تو حید کو کیا کیا معافی پہنائے، ان ظاہر پرستوں نے تو
شرک کی پہچان بھی ختم کر دی۔



ایمان خدا کے فضل ہی سے ممکن ہے۔



شعورِ انسانی عشق کی ضد ہے۔



جتنی زیادہ دلکش جنت ہوگی اتنا ہی ہیبت ناک دوزخ ہوگا
کیونکہ عذاب اور ثواب پھول اور کانٹے ہیں
جو کہ ایک ساتھ نشوونما پاتے ہیں۔



لا تعداد نباتاتی رُوحوں سے حیوانی اور بے شمار حیوانی رُوحوں سے
انسانی رُوح کی تخلیق ہوتی ہے۔



انسان اپنا ہی باطنی عکس آفاق میں دیکھتا ہے۔

یقین ہی سے کُنْ، فیکُون ہوتا ہے۔



کروڑوں اربوں سیارے کائنات کے جسم کے مسام ہیں
جو کہ شعورِ کُل سے ہمکنار ہے۔



واقعات اس دُنیا میں آ کر متشکل ہوتے ہیں حالانکہ آسمانوں سے
روشنی کی طرح منتقل ہو رہے ہوتے ہیں۔



جسم کے حوالے سے کائنات کی تسخیر اس وقت ممکن ہوگی
جب انسان خیالات کی صورت دھار لیں گے۔



افعالِ جسم کے ذریعے ظہور میں آتے ہیں حالانکہ خود ان کا منبع
انسانی وجود کے علاوہ ہے۔



شعورِ کُل اسماء کے ذریعے صفات کا اظہار کر رہا ہے۔

ظاہری ترقی باطنی انحطاط ہے۔



ذہن اور شعور کے حوالے سے ترقی کرنے والے انسان کو ترقی یافتہ
بھی ذہن اور شعور ہی کہہ رہا ہے خود ہی ترقی کرنے والا
خود ہی فیصلہ کرنے والا۔



موت سے آگاہ اور غافل کے جہان الگ الگ ہیں۔



واقعات شکل پذیر ہونے سے پیشتر بھی ایک حالت میں موجود
ہوتے ہیں اور ظاہری حواس خمسہ کو متاثر کرتے ہیں، چھٹی حس کی
اصطلاح نے یہیں سے جنم لیا ہے۔



ایک مقام پر موت کو بھی موت آ جاتی ہے۔



نسل در نسل بناوٹی اور مصنوعی بسر کرنے کی وجہ سے زندگی
حقیقی نظر آنے لگی ہے۔



جس طرح جسمانی قوت کی جگہ ذہنی قوت نے لی ہے، اسی طرح
روحانی قوت ذہنی قوت پر فوقیت حاصل کر لے گی۔



دنیاوی قدروں کا تعین معاشرے کرتے ہیں۔ جیسا معاشرہ ہوگا،
ویسی ہی اقدار ہوں گی جو کہ کبھی مستقل نہیں ہو سکتیں۔



روحانی قدریں کبھی تبدیل نہ ہوں گی۔



دیدارِ خداوندی ظاہری اور باطنی حواس دونوں سے آگے ہے۔



کائنات کے عمل اور ردِ عمل کی وجہ سے ایک زاویہ پر رہنے والوں
کے مقدّر یکساں ہوتے ہیں۔

حقیقت کا اگر ادراک نہ بھی ہو تو حقیقت پھر بھی موجود ہے
جیسے رنگ کو نہ دیکھنے والا رنگوں کی نفی نہیں کر سکتا۔



سائنس نتائج سے ابتدا کو جاننا چاہتی ہے
جبکہ رُوح سے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔



باطنی حواس رُوح سے منسلک ہیں۔



حُسن معصوم ہوتا ہے۔



باطنی حواس سے عاری افراد خُدا، پیغمبروں اور الہامی کتابوں
کی نفی کرتے ہیں۔



محرومی سے سخاوت اور بُخل دونوں جنم لیتے ہیں مگر سخاوت
رُوحانی اور بُخل دُنیاوی فعل ہے۔

صرف جسم کو ہی اجسام سے واسطہ ہے، اس لئے انسان
اس دُنیا میں ان کا محتاج ہے۔



ہر پڑاؤ پر رُوحانیت کی منزل تبدیل ہو جاتی ہے،
اس لئے اس کو پانا ناممکن ہے۔



خُدا وہ ذات ہے جسے جُزوی عقل پا نہیں سکتی۔



نعمت کی قدر و قیمت اس کے چھن جانے پر واضح ہوتی ہے۔



ظاہری حواس کی لذت باطنی حواس کو سُلا دیتی ہے۔



عاشق کا گناہ کسی جُز سے وابستگی ہے اور ثواب
گُل کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کا نام ہے۔



ہم ایک ہی شجر خیال کے ثمر ہیں۔



فضل بدی کو نیکی اور غضب نیکی کو بدی میں بدل دیتا ہے۔



تکبر صرف خُدا کو روا ہے اور یہ ایسا فعل ہے جس پر
شیطان کو بھی ایک لمحہ کا تصرف نہیں۔



اسماء کے بھی اوصاف ہوتے ہیں۔



خُدا کے شاگردوں کو الفاظ کے ظاہری معانی کے اعتبار سے
پڑھانا اور سمجھانا بے ادبی ہے۔



شیطان کا تصرف مخلوق خُدا کے حق میں کبھی نہیں ہوتا۔



تخلیق جسدِ آدم کھنکھاتی ہوئی سڑی مٹی سے ہوئی۔

رُوحانی علم کو شعور سے پانا ناممکن ہے، اس لئے مذاہب
تبدیل ہوتے رہے۔



خُدا کو پا کر سمجھنے کی کوشش حجاب ہے۔



روزہ کی حالت میں القائے حق ہوتا ہے اور یہی اس کی جزا ہے۔



کائنات میں کھربوں سیارے ایسے ہیں جن پر انسان سے زیادہ
ارتقاء یافتہ مخلوقات موجود ہیں۔



فرائض عطائیوں پر مسلط ہو جاتے ہیں
اس لئے یہ ان کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔



ہر جاندار وہی کچھ کھا رہا ہے جو خود بن کر کھایا جا چکا ہے
یا کھایا جائے گا۔

موت کا منظر صرف دُوسرا ہی دیکھ سکتا ہے، مرنے والے کے لئے
موت نامی کوئی شے نہیں۔



حقوق العباد کی ادائیگی کا شکر ہی عبادت ہے۔



خُدا بندوں سے ظاہر ہے، بندے الگ الگ مگر خُدا ایک ہے۔



ہر مستحی کا اسم سے ظہور ہوا۔



”سر“ رُوح کی سواری ہے جو اسے وجود سے عدم تک
لے جاسکتی ہے۔



عرفان سے علم اس طرح نکلتا ہے جیسے آگ سے تپش یا
پھول سے خوشبو۔



مُتلاشی کو اس کی تلاش ہی سرگرداں رکھتی ہے۔



ہر انسان کا محبوب اس کے باطن کی ظاہر صورت ہے۔



آفاق کے محسوسات انسانی ذہن کو موسموں کی صورت میں
محسوس ہوتے ہیں۔



روحانی علم کبھی دو کے ساتھ یکساں نہیں کھلا
اس لئے پڑھانا ناممکن ہے۔



جسم کو روح اور روح کو جسم کے حوالے سے پہچاننا مشکل ہے۔



بادلوں کی گھن گرج اور گھنگھور گھٹائیں روح کو
بے قرار کر دیتی ہیں۔



جسم کے تبدیل ہونے سے رُوح اپنے پہلے احوال
بُھول جاتی ہے۔



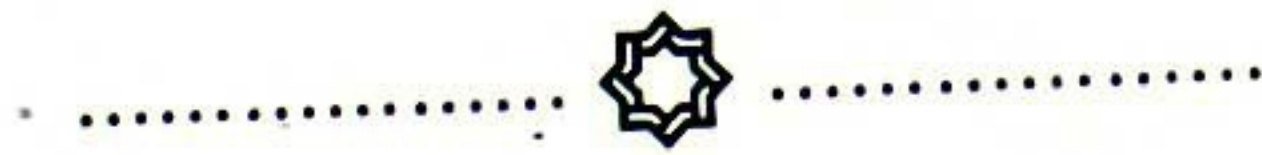
جنّات اور فرشتوں کی اشکال ہوتی ہیں وجود نہیں ہوتے۔



رُوح عوام الناس کے لئے ایک راز ہے اور
عاشق کے لئے یہ راز فاش ہے۔



ورثہ رُوح اور جسم دونوں کی میراث ہے
عادت ان دونوں واسطوں سے منتقل ہوتی ہے۔



تو خید ہی مذاہب کی معراج ہے۔



رُوح سے تعلق جڑ جائے تو قدرت خود ہی آ جاتی ہے۔



ہمیشہ مُرشد مُرید کی تلاش کرتا ہے۔



علم ابھی تشریح طلب ہے۔



ہر فرد معاشرے کو اُسی کا دیا ہوا لوٹاتا ہے۔



تخلیق کائنات، مذہب، فلسفہ اور سائنس کی ماں ہے
جس نے ان فرزندوں کو جنم دیا مگر خود راز ہی رہی۔



توحید کے مُشاہدہ میں ذاتِ خُداوندی کی پہچان میسر آتی ہے۔



جنس اور محبت ایک ہی جذبہ کی دو مختلف سطحیں ہیں۔



خواہشات اور اُن کو پانے تک کی کیفیت جہنم ہے اور خوشی صرف
انتظار کے عذاب سے نجات کا نام ہے۔

عاشق کا گل میں سما جانا ہی اس کا وصل ہے۔



عشق غم سے نجات دلا دیتا ہے۔



توحید ایک روحانی مشاہدہ ہے۔



خیال کے ظہور میں آنے کا نام عمل ہے۔



عاشق پر موت ”وآرد“ نہیں ہوتی۔



صحیح، غلط اور جھوٹ سچ ایسے الفاظ ہیں
جو ابھی تصفیہ طلب ہیں۔



سائنس صرف مادی گل کو پاسکتی ہے۔



ہر چیز کا باطن بے صورت ہے۔



روحانی جزا دُنیاوی قربانی کا اور دُنیاوی قربانی
روحانی جزا کا بدل ہے مگر روحانی جزا انمول ہے۔



بیج پھوٹ کر بیج نہیں رہتا پودا بن جاتا ہے ہاں البتہ
ثمر بار ہو کر پھر بیج بن جاتا ہے۔



دولت کو اکٹھا کرنے والا خدا سے دُور ہے۔



وقت کو صرف رُوح ہی محسوس کر سکتی ہے۔



اسماء کے باطنی معنی اور ہیں۔



معصوم آنکھ ہی اشیاء کے حُسن سے آگاہ ہو سکتی ہے۔

رُوح بیمار ہو تو علاج بھی رُوحانی ہوتا ہے۔



حُسن و عشق ایک ہی سمندر کی لہریں ہیں۔



مذہب، سائنس اور فلسفہ حقیقت کی جانب راستے ہیں۔



جنس محبت کی کثیف حالت ہے۔



ذات کا رُوحانی مشاہدہ ممکن ہے۔



رُوح کو ساز سے مسخوڑ کر کے جسم میں داخل کیا گیا۔



عاشق اور فقیر ہمیشہ معصوم رہتا ہے۔



رُوح معصوم ہے۔

قربانی ہی سے نعمت میسر آتی ہے۔



انجان کی تصرف پر قدرت کی آرزو شیر پر سواری کرنے یا
اڑدھاپا لے کے مترادف ہے۔



جنسی خواہش کی شدت ہی تبدیلی جنس کا باعث بنی۔



خود کو تلاش کرنے والا دیدار کی سِک میں مبتلا رہتا ہے۔



عاشق کی پیاس شربتِ وصل سے نہیں بجھ سکتی۔



خواہشات کی تکمیل ہی اُن کی موت بن جاتی ہے۔



صدق اور یقین غیب کے خزانوں کی گمشدہ گنجیاں ہیں۔



عارضہ قلب رُوحانی بیماری ہے۔ اس لئے جسمانی علاج
مکین کی بجائے مکان کی مرمت کرنا ہے۔



عاشق اور معشوق کے جسد، الگ الگ، مگر رُوح یکساں ہے۔



خیال، صورت اور صورت خیال میں ڈھلنے کے لئے بے قرار
رہتی ہے کیونکہ ان کی تکمیل ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔



اولیاء کو خیال میں محسوس ہونے والی شے،
پیغمبر کو صورت میں دکھائی دیتی ہے۔



بھونڈ اور بھوز کے رنگ اور آواز میں ازلی اختلاف ہے۔



رُوحانی زندگی بسر کرتے کرتے لوگ اجسام سے
آزادی حاصل کر لیتے ہیں۔

رُوح چونکہ جسم کے قید خانہ میں ہے۔ اس لئے بیدار ہو کر
نفس کو اذیت پہنچاتی ہے۔



اسلام نے رُوح کے ساتھ ساتھ اس کے دشمن
نفس کے حقوق بھی متعین کئے ہیں۔



علم کے اظہار سے گھٹائیں چھٹ کر قوسِ قزح بن جاتی ہے۔



بسنتی رنگ پر فریفتہ رُوحیں، نفس کے مجاہدہ کی متحمل نہیں ہوتیں۔



ایک پر جبر، دوسرے کے قدر کی مانند ہے
اس لئے جبر و قدر پر بحث لا حاصل ہے۔



اشکال کی مشابہت رُوحانی ہے ورنہ انسان اور سانپ کے نُطفے میں
کیا یگانگت ہو سکتی ہے۔

ہمہ اوست رُوحانی اظہار کی حالت ہے۔



واقعہ پر نظر رکھنے والا اس کی وجہ تسمیہ اور حکمت سے
آگاہ ہو جاتا ہے۔



رُوح کو نفس پر بھی ترس آتا ہے، حالانکہ نفس بے رحم ہے۔



رُوحانی کیفیت کا ماخذ قلب ہے جبکہ عقل دماغی ہے
اور ہر دو کی رقابت ازلی ہے۔



روزِ اوّل ہی سے بے خبری کے عالم میں سرزد لغزش
کی سزا تجویز نہیں کی گئی۔



رُوحانی علم کی قدر و قیمت صرف حق کے متلاشیوں پر ہی
آشکار ہوتی ہے۔

نفس اور رُوح کی رغبت جنس میں پنہاں ہے مگر
ایک دُوسرے کی ضد ہے۔



جاندار کی عُمر کا تعین وقت کی بجائے رزق سے کیا گیا۔



رُوح آشنا ہو کر ازل سے ابد تک کے سفر سے آگاہ ہو جاتی ہے۔



رشتوں کا تعلق نطفوں کے حوالے سے ہے حالانکہ
رُوح کی سرایت کے منبع سے اس کا دُور کا بھی واسطہ نہیں۔



ترقی کرتی ہوئی اس دُنیا کو جلد ہی اس کے طلسماتی خواب
سے جگا کر چلّہ معکوس سے گزارا جائے گا۔



رُوح پر کسی ضابطہ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔



مخلوقات کی تعداد میں کمی بیشی ناممکن ہے۔ ایک کی تعداد میں
اضافہ دوسرے کی کمی کا باعث بنتا ہے۔



رُوح اور نفس کی جزا و سزا عوام الناس کو یکساں نظر آتی ہے حالانکہ
روشنی اور تاریکی کی ضد لئے بیٹھے ہیں۔



رُوح کا جوہر عرفان اور چھلکا اس کا بیان ہے۔



رُوحانی مشاہدے سے بھی اصلاحِ نفس ہوتی ہے۔



رُوحانی ماں باپ کی اصطلاح تقلید پسندوں کی ایجاد ہے حالانکہ
رُوح ان سب رشتوں سے پاک ہے۔



چمکیلا سیاہ رنگ جوگ کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔



پاگل میں ذہنی توازن کے بگاڑ کا باعث دُنیا اور مجذوب میں
رُوحانیت کا حصول ہے۔



رُوحانی اضطراب اور جذباتی ہیجان ایک دُوسرے کے ساتھ
جڑے ہوئے ہیں، فرق بڑا پیچیدہ اور دقیق ہے۔



مماثل رُوحوں سے ہمکنار مرد و عورت کے جنسی ملاپ سے
تخلیقی عمل ناممکن ہے۔



وقت اور زمانہ سے آزاد کر دینے والی کیفیت یقیناً
رُوحانی ہوتی ہے، خواہ وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو۔



عشق میں ملاپ ناممکن ہے۔



رُوحانی سفر پُر اسرار ہوتا چلا جاتا ہے۔

کشف و کرامت سے خالی رُوحانیت کتابی علم کے سوا
کچھ بھی نہیں۔



رُوحانی انسان کی پہچان آواز، صورت اور لباس سے بھی
میسر آ جاتی ہے۔



وجودوں کے ذریعہ سے قدرت کا اظہار،
پتلیوں کے تماشے کی مانند ہے۔



مُخرف ہو کر گمراہ ہونے والا شیطان کا آلہ کار بن کر دوبارہ
اُسی روشنی کی طرف لوٹتا ہے تاکہ پھر سے
رُوحانی قوت کے ضیاع کا باعث بنے۔



نفس کی قید سے آزاد، دوپچھڑی ہوئی رُوحوں کو
پہچان میسر آنے کا نام زروان ہے۔

بادلوں کی رُوح ٹھنڈی ہو ابنِ کربجر میں مبتلا رُوحوں کے لئے
وصل اور سرما کے بادلوں کی رُوح بریلی خنک ہوا
فراق کا پیغام لاتی ہے۔



آندھی، جھکڑ سیاہ بادل، سنسان، چٹیل، بیاباں، جھاڑیاں، وںء
کریر، بھور، کالا سانپ، جوگی، فقیر یہ سب رُوح کا سفر ہے۔ جو
جسمانی ارتقاء بن کر گیس، مائع جمادات، نباتات، حیوانات اور
انسان کا رُوپ دھارے بیدار رُوحوں کو دکھائی دیتا ہے۔



رُوح، نر اور مادہ کی صفت سے آزاد ہے۔



رُوح سناٹا لئے ہوئے خاموش وادیوں کی تلاش میں رہتی ہے۔



چہرے رُوح کی لطافت کے مظہر ہوتے ہیں۔



اُداس روحوں کو سُن سادھ کی جھلمل دکھائی اور سنائی دیتی ہے۔



اُجاڑ اور بیابان مقامات، ماضی کے متشابہ لگتے ہیں۔



نجات کو رُوح کی اجسام سے خلاصی کی اصطلاح کے طور پر
متعارف کرایا گیا مگر بہروپ نے اس کے خدو خال بدل ڈالے۔



صدق اور اخلاص پر رُوحانی ہستیاں فریفتہ ہوتی ہیں۔



سالک کو دُوسروں کے احوال سے موازنہ کرنے کی بجائے
اپنی رُوحانی کیفیت پر نظر رکھنی چاہیے۔



کل کی فکر، آج کی نعمت کو ضائع کر دیتی ہے۔



رُوحیں اجسام میں متشکل ہو کر صورت دھار لیتی ہیں۔

دُنیاوی حَاجات کا طالب، رُوحانی ہستیوں کے پاس ڈاکہ زنی کے
لئے آتا ہے اور مقصد پورا ہونے پر مفروڑوں کی طرح
بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔



برکت مقدار اور تعداد کی محتاج نہیں۔



بدمزاجی اور اکتاہٹ رُوحانی محرومی کی علامت ہے۔



ہر شے کے جسم اور رُوح کا ذائقہ ہوتا ہے جو کہ مختلف
ہونے کے باوجود متشابہ لگتا ہے۔



مُردہ اجساد یا اُن کی تصویر دیکھنے سے
مضر رُوحانی اثرات پڑتے ہیں۔



رُوح سے عبادات از خود ادا ہوتی ہیں جبکہ
نفس پر عبادت مُسلّط کی جاتی ہے۔



مجاہدہ نفس کی سزا اور مشاہدہ رُوح کی جزا ہے۔



رُوح اور نفس سے انسان اگر یکساں مغلوب ہوتے تو ایک سے
زیادہ رُوحانی سلسلوں کا وجود نہ ہوتا۔



نفس کو لبھانے والی چیزیں رُوح کو ذلیل اور رُسوا دکھائی دیتی ہیں۔



موت کی مہر کی جھلک، انسان کے مرنے سے پیشتر ہی اس کے
چہرے پر ثبت ہو جاتی ہے۔



ہر وہ شے جو کسی کو منفرد کر دیتی ہے وہ اُس کی اپنی نہیں ہوتی۔



اکثر لوگ دُوسروں کی ضرورت کے پیشِ نظر دکھائی دیتے ہیں۔



بیدار رُوحوں کو عام لوگوں پر غصّہ کی بجائے رحم آتا ہے
کیونکہ وہ سب کچھ انجانے میں کر رہے ہوتے ہیں۔



سائنسی ایجادات نے رُوحانی مسافت کو طویل کر دیا ہے کیونکہ
مُوجد کا مقصد رُوحانی نہیں ہوتا۔



نفس کو راغب کرنے والی حالتوں میں مبتلا لوگوں سے
خُدا کی پناہ مانگنی چاہیے۔



ازلی محروم کے لئے کوشاں انسانوں کو رُوحانی گراوٹ
اور مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔



جو کوتاہ بین، اپنے آپ کو دُوسروں کی رائے سے پہچانتے ہیں،
وہ کبھی خود شناسی حاصل نہیں کر سکتے۔



کسی دُوسرے کو اپنے گمان پر رکھ کر پرکھنا،
حماقت اور بیوقوفی کی علامت ہے۔



بخیل ازلی محروم ہے، خُدا اس کی صحبت سے محفوظ رکھے۔



نام و نمود کا خواہاں، آخر کار پشیمان ہوتا ہے۔



خیال ایک جگہ مرتکز رہ کر ظہور میں آ جاتا ہے، اگر شدت میں
کمی ہوگی تو اگلی نسل میں رُوپذیر ہوگا۔



اکثر دعوت دینے والی نا آشنا صورتیں، مدعو مہمان کے
آنے سے پیشتر ہی دسترخوان سمیٹ جاتی ہیں۔

کبھی کبھی کوئی ستارہ ٹوٹ کر کہکشاں میں مدغم ہو کر
اس کا راستہ دکھا جاتا ہے۔



نفس کی سیرابی رُوحانی بیداری کی نشانی ہے۔



نفس نعمت سے غرور اور رُوح عجز اختیار کرتی ہے۔



فقیروں کے گرد لوگوں کے جُھرمٹ نہیں ہوتے۔



راگ، رنگ اور معصوم چہرے عاشق کی رُوح پر
صحت مند اثرات مرتب کرتے ہیں۔



جس دھرتی سے خمیر اٹھتا ہے، اسی کی تاثیر لئے رُوح
جسموں میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے۔



کچھ چہروں پر اُن کا باطن کیڑوں، پرندوں، حیوانوں اور درندوں
کی صورت میں صاف دکھائی دیتا ہے۔



باطن کے ہر خیال کی آفاق میں صورت موجود ہے جو کہ ہم جنس
ہونے کی وجہ سے اس کی طرف راغب ہے۔



باطن میں واقعات کو رونا کرنے والی ہستیاں
لوگوں کی نگاہ سے اوجھل رہتی ہیں۔



تسلیم و رضا کے مقام پر شکوہ سے نعمت چھن جانے کا
اندیشہ ہوتا ہے۔



کچھ لوگ گمنام گھروں کو لوٹ کر نام پیدا کر لیتے ہیں۔



خدا کنبہ پروردرویش سے شیطان کو اکثر دُور رکھتا ہے۔

نفس اور شیطان کی تعریف کرنے والا خدا کا دشمن ہے۔



کچھ چہروں پر حُسن ماہتاب کی مانند جلوہ افروز ہوتا ہے۔



وقت کی قدر و قیمت نگاہِ کرم سے ہی میسر آتی ہے۔



خوشنما، نازک اور ملائم جسم رُوحانی بالیدگی سے

مالا مال ہوتے ہیں۔



ڈارون اور فرائیڈ کے فلسفے رُوح کے حروفِ ابجد کو بھی نہ چھو سکے۔



عشق سے محروم شیطان کو عقل نے گمراہ کیا اور یہی جنگ اب

وجودوں کے ذریعے ذہن و قلب میں جاری ہے۔



وَجَّالِ هَيْئَتِ كِي جھلک وجودوں پر طاری، گھیراؤ کرتی ہوئی
محسوس ہو رہی ہے۔



کامل بندہ اور شیطان کی پہچان، خدا کے فضل ہی سے ممکن ہے۔



بیشتر نوازے ہوئے، غریب نواز کے مشکور نہیں ہوتے۔



جس نے کسی کی نسل کی افزائش کی، اُس نے اپنی نسل قربان کر دی
اور یہی قربانی نسلِ ابراہیمی کی بُنیاد بنی۔



اللہ کا فضل ابلیس کے ہر حربے کو ناکام بنا دیتا ہے۔



جب کچھ پودے بغیر بوئے اُگ آتے ہیں، تو تو حضرت آدمؑ اور
پیدائشِ مسیح پر کیوں حیران و ششدر ہوئے بیٹھا ہے۔



بندر سے انسان، جسمانی ارتقاء اور انسان سے بندر
رُوحانی انحطاط کا نتیجہ ہے۔



مشاہدے اور واردات سے عاری فلسفہ گمراہی ہے۔



ہر صوفی فلسفی ہوتا ہے مگر ہر فلسفی کا صوفی ہونا ضروری نہیں۔



رُوحانی مشاہدہ اعمال کا بیج بن کر اُگنا شروع کر دیتا ہے۔



وہ زمانہ قریب ہے جب صرف رُوحانی علم ہی علم کہلائے گا۔



لطیف رُوحیں آزاد ہو کر، عالمِ بالا کی طرف لوٹ جاتی ہیں۔



بڑا اور کھجور کے درخت درویشوں کے مسکن پر
اپنے آپ اُگ آتے ہیں۔

غضب کے شکار کی رفاقت، برباد کر دیتی ہے۔



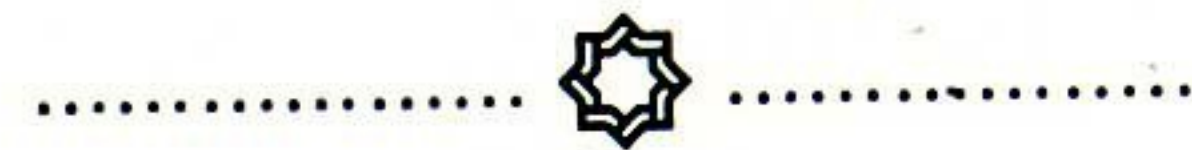
کرامت کا بیان صاحبِ کرامت کو زیب نہیں دیتا۔



ازل سے ابد تک کا سفر نتائج کے اعتبار سے صفر ہے۔



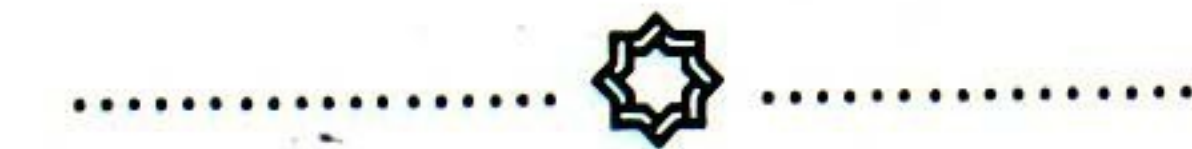
انسانی رُوحوں کے احوال کبھی کبھی دوسری مخلوق کے
ذریعہ سے بھی ظاہر ہوتے ہیں۔



شام اور سویرا بھی حُسن سے آراستہ ہے،
دیدہ ور رُوحانی آنکھ درکار ہے۔



جلال میں نار اور جمال میں نور کی تخلیق ہوتی ہے۔



سب سہاروں سے پاک ہو کر ہی خدائی سہارا نصیب ہوتا ہے
جو کہ غیب کے خزانوں میں سے ایک ہے۔



دستِ غیب، کسی سبب کا محتاج نہیں بلکہ وہ تو اس کے آلہ کار کے طور
پر استعمال ہوتا ہے لہذا مسبب ذاتی اور سبب صفاتی ہے۔



ذات و صفات کی پہچان خالق و مخلوق کا فرق دکھا کر
شُرک سے پاک کر دیتی ہے۔



گُفر کسی مذہب کا نام نہیں۔



شر اور خیر رات اور دن کی مانند ہیں
ایک کا اثبات دوسرے کی نفی ہے۔



انسانوں کی تعداد میں کثرت کے اسباب میں دیگر
مخلوقات کی موت کا بہت دخل ہے۔



معصوم حُسن اور دُرُوبھری آواز رُوحانی عطا ہے اور ان کو بچنے
والوں کا باطن خنزیر اور گدھے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔



بالآخر نفس بھی حق کے سامنے سر جھکائے مُعافی کا طلب گار
شرمندہ کھڑا نظر آئے گا۔



گزری ہوئی زندہ ہستیاں زندوں میں بسیرا کئے ہوئے ہوتی ہیں۔



دُنیا داروں کی صحبت سے گریز کرنے والے خلوت کی
جلوتوں سے سرشار رہتے ہیں۔



کائنات کی لامحدود وسعتیں سرحدوں کی نفی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

قلبی امراض کا معالج اگر رُوحانی نہیں تو خود بھی اس کا
شکار ہو کر دم توڑتا ہے۔



بد قسمتی اور بے نصیبی کی انتہاء تو یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے
رُوحانیت کو بھی بیچنا شروع کر دیا۔



اگر کوئی قیدی آزادی کا علمبردار بن بیٹھے تو اپنے
پیروکاروں کو بھی مقید بنادے گا۔



نام رکھتے وقت احتیاط برتنا چاہیے کیونکہ ان کے بھی
اثرات ہوتے ہیں۔



کھجور اور بڑ کے درخت ریگستانوں اور بیابانوں کے دلدادہ ہیں۔



کچھ لوگ بے قرار اور دُکھی رُوحوں سے بھی سودے بازی کرتے ہیں۔



جب انسان کائنات کا احاطہ کر لے گا تو پھر یہ بھی آفاق میں ایک سیارہ کی مانند دکھائی دے گی کیونکہ لامحدود کی کوئی حد نہیں ہوتی اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔



آواگون اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ میں فرق وہی ہے جو جسمانی اور رُوحانی ارتقاء کے درمیان ہے۔



فضل نے اندھیرے کو چیر کر صبح صادق کو نمودار کر دیا اور رحمت نے روشن اُجالے کو کالا گھونگھٹ پہنا دیا۔ اب رات کو فضل اور دن کو رحمت برستی ہے۔



کلمہ پاک کے بغیر نجات ممکن نہیں۔

اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے!



بارہا حواسِ خمسہ سے نکل کر مشاہدہ کرنے کے باوجود لوگ
اس کیفیت کے نام سے نابلد ہیں۔



دُنیاوی کاروبار ہیناٹزم کے زیرِ اثر کار فرما ہے۔



شامِ الم سے صبحِ صادق کی نوید سُنائی دے رہی ہے۔



رُوح کی بے قراری رگوں میں خون کی دوڑ کو متاثر کرتی ہے۔



عورت ”جوگ“ پر فریفتہ ہے۔



دُوسروں کے حقوق پر ڈاکہ زن نفسِ اصل میں
دھوکے میں مبتلا ہے۔

کئی لوگوں کی مخالفت کی بناء پر وہی پیشے پہچان بن جاتے ہیں۔



جب نفس اپنی نافرمانی پر نادم ہوگا تو سارے رشتے
انسانیت کے سمندر میں ڈوب جائیں گے۔



پیشرو کا انجام جب عبرت نہیں سکھا سکتا تو سٹیٹانے سے کیا ہوگا۔



کچھ لوگ دُوروں کو مطمئن کرنے کی سعی میں
اپنی طمانیت کھو بیٹھتے ہیں۔



جب عقل کو عشق کا تجزیہ کرتے دیکھا تو اپنے اوسان خطا ہو گئے۔



یقین اور بھروسہ سے محروم جانوں کو رِزق کے پیچھے
دوڑایا جاتا ہے۔



بہشتی دروازے سے گزرنے کے لئے کلمہ پاک شرط ہے۔



حسن نسوانیت میں عروج کو پالیتا ہے، مگر حیا شرط ہے۔



خود فریبی میں مبتلا جانیں جب حقیر چیزوں پر للچاتی ہیں تو
راز خود بخود افشا ہو جایا کرتے ہیں۔



عشق میں بے باکی، بے حیائی کی علامت ہے۔



کبھی کبھار رُوح اور نفس جسموں کے بغیر بھی دکھائی دیتے ہیں۔



ماسوا اللہ ہر کوئی بیگانہ ہے۔



شیطان ہر رُوحانی مشاہدے کی نفی کے لئے وسوے میں
مبتلا کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

مُعاشرے میں انسان کو تندوے کی طرح شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔



جب کوئی علم عام لوگوں کی عقل سے بالا ہو جائے تو
وہ سڑی علوم کا حصہ ہوتا ہے۔



غائب، ظاہر پر غالب ہے مگر بھروسہ سے محروم اندھے
تاریک زنداں میں روشنی کے منتظر ہیں۔



ازل سے معصوم ہی دیدار کا حق دار ٹھہرایا گیا۔



دُکھوں کی جانب بڑھتا ہوا انسان ترقی کرتا ہوا
دکھائی دے رہا ہے۔



گلی سڑی ہڈیوں کے پنجرے میں بند رُوحیں تڑپ تڑپ کر
نڈھال ہو رہی ہیں۔

رُوحانی آنکھ کی بینائی کے مقابلے میں ظاہری آنکھ کا دیکھنا
ٹٹولنے سے بھی کم تر ہے۔



جب موت نے ہی زندگی کو آخر سمیٹنا ہے تو اس کو گزارنے کا
ڈھنگ کیوں نہیں سیکھ لیتا۔



کم عقل، غفلت نے تجھے اتنا اندھا کر دیا ہے کہ موت جیسی
حقیقت سے بھی آگاہ نہیں رہنا چاہتا۔



کائناتی عشق کی کشش نے جب رُخ تبدیل کر لیا تو
یہ زمین ستارے کی مانند ٹوٹ کر بکھر جائے گی۔



اے اللہ تیرے متلاشی نایاب کیوں ہوتے جا رہے ہیں۔



جب فطرت ہی حق کے قریب ہے تو پھر وہاں ہی لوٹ جانا ہوگا
جہاں سے ابتدا ہوئی۔



مخلوق پر رحم کی انتہا تو یہ ہے کہ بعض خالق کو ہی جھٹلانے لگے ہیں۔



دیدہ وَر کے لئے خُدا ہر سُو جلوہ افروز ہے۔



نفس کی بھوک پر خُدا کی لعنت ہے، اس لئے یہ بُجھ نہیں سکتی۔



خُدا کے بندوں کے ساتھ بہانے بنانے والے

اپنے مکر کا نوالہ بن جایا کرتے ہیں۔



خُدا کی عطا کردہ نعمت سے اس کے دُشمن کو تقویت پہنچانے والا

کبھی سلامت نہیں رہ سکتا۔



ہجر میں مبتلا رُوحوں کو وصل کی خوشخبری عطا کر۔



ٹٹیری کی آواز رُوحانی پرواز میں فقیر پر 'کتے' کے بھونکنے
کے مترادف ہے۔



تسلیم و رضا پر معترض رُوحوں کو اضطراب کے سوا کچھ نہیں ملتا۔



بَلْبَلِیں محبوبوں کے مسکن پر بسیرا کرتی ہیں۔



پُر خطر راہوں کے غیر محتاط مسافروں کو راہزن اکثر
لوٹ لیا کرتے ہیں۔



مقیم، بھٹکے ہوئے راہی سے آسائش و نفع میں ہے۔



فیصلے پر نادم و پشیمان رہنے والے اکثر نامُراد رہتے ہیں۔

جب یہ گنہگار تیرے غضب کی تاب نہیں لاسکتا تو
اے اللہ مُعاف کر دے نا۔



مالک! اگر تُو بندہ نوازی کر دے تو تیری رحمت کے
بحر بیکراں سے کیا جائے گا۔



اسرار کا بیان، خود نمائی کے لئے منع ہے۔



عجز ہی سے محبوب بزم سرا ہوتا ہے۔



خون کے واسطہ سے منتقل شدہ عادت تبدیل نہیں ہو سکتی۔



روح بھی خدا کی طرح راز ہی رہے گی۔



مُرشد کے بغیر روحانی سفر اختیار کرنا خطرے سے خالی نہیں۔

دُنیاوی لالچ و خواہشات کی سیرابی ناممکن ہے۔ اس لئے دُنیا دار ہم
سفر راہزن کی طرح رُوحانی سفر میں شریک رہنا چاہتا ہے۔



اکثر علم کے شناسا بیان کرنے والے سے صدیوں بعد
نمودار ہوتے ہیں۔



ہر فعل جزا و سزا سے وابستہ ہے۔ اس کا جسمانی یا رُوحانی
ہونا الگ باب ہے۔



خُدا کے علاوہ اگر تیرا کوئی سنوار نہیں سکا تو بگاڑ کیسے لے گا۔



سائنس دان اور صُوفی میں وہی فرق ہے، جو دانا اور
اولیاء میں ہے۔



ہُد ہُد کی آواز طلسماتی ہے۔

رُوحانی مُسافر اجنبیوں کی طرح تنہا رہ جایا کرتے ہیں۔



صدق اور یقین سے محروم انسانوں کا رُوحانی وادیوں
میں داخلہ ممنوع ہے۔



اگر غلبہ ہی درکار ہے تو اپنے نفس پر کر۔



محبت رُوحوں میں شہد کی مانند شیرینی گھول دیتی ہے۔



گرم اور خشک موسم میں نفس کو اذیت پہنچا اور خنکی و بادل
رُوح کے لئے مختص کر دے۔



تنگ دستی کا علاج حاجت روائی میں پنہاں ہے۔



نفس چونکہ ازلی دھوکہ باز ہے، اس لئے خود کو بھی دھوکا
دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔



والدین کی خدمت سے پہلو تہی کرنے والے افراد پر
اولاد کی مشقت مسلط کر دی جاتی ہے۔



تقدیر، انسان کو کٹھ پتلی کی مانند نچاتی ہے۔



کالے ناگ سے شہد کی مکھی زہر آلود نشے سے
شہد کی شیرینی تک جوگ کا سفر ہے۔



نور پر موت کا رقص کرنے والے پروانے سے تاریک رات میں
شہد سے لبریز چھتے پر قیام پذیر شہد کی مکھی کا ملاپ کیونکر ممکن ہے۔



بھدّ اسیاہ رنگ نفس کی آلودگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

گمراہ نفس دیکھ کر بھی، یقین کی دولت سے محروم رہتا ہے۔



روحانی قبض کی حالت میں ابلیس سالک کو بیماری کے
وسوسے میں ڈالتا ہے۔



غالب (اللہ) سے غافل پر اس کے مغلوب کو
مُسلط کر دیا جاتا ہے۔



انفرادی افعال پر پیچ و تاب، گل سے بیگانگی کی سزا ہے۔



حُسن کی عصمت کو تار تار کرنے پر آمادہ نفس
ذیدار سے کیونکر فیض یاب ہو سکتا ہے۔



بلالی رنگ ایک مسلک کے فقیروں کی پہچان ہے۔



سائنس کی ساری کاوش، گوبر سے دودھ کی تلاش ہے۔



سائنس کے انکشافات، طور سے آگ لانے کے مترادف ہیں۔



”مقامات“ کے تقدس کو پائمال کرنے والوں کے جوتے
اکثر چوری ہو جایا کرتے ہیں۔



کچھ الفاظ ادا ہوتے ہی صادر ہو جاتے ہیں۔



فقر کا رنج نکل جائے تو مصائب ٹل جاتے ہیں۔



مشکل کشائی پر اس کی مماثل رسم ادا کر دی جاتی ہے۔



نفس بچھو کی مانند اپنے ہی مسکن کو ڈستار ہتا ہے۔



کُل کو جُز میں دیکھنے کی تمنا نا پختگی کی علامت ہے۔



حق کے متلاشیوں کی راہنمائی کا تعین خدائی فعل سے کیا جاتا ہے۔



حرارتِ عشق پر مبنی رُوحانی دھماکے سے تخلیق کے
دھارے بہہ نکلے۔



تخلیق کے مماثل، مگر متضاد دھماکے سے حشر برپا ہوگا۔



رُوحانی اضطراب سے اُٹھتی ہوئی وحشت زلز لے کا باعث بن کر
وجود کو عدم میں لے جائے گی۔



بالآخر رُوح چشموں کی مانند وجودوں سے پھوٹ کر ندی نالوں کا
رُوپ دھار کر سمندر میں جا گرے گی۔



کُل کو جُز میں بد لئے کا عمل اجزا کے کُل میں سما کر مکمل ہو جائے گا۔



رُوحانی طاقت کو مادی تصرف میں لانے کا عمل
خدائی غیظ و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔



مادی ترقی رُوحانی انحطاط کا پیش خیمہ ہے۔



بُدھا کے رُوحانی جوہروں کو مادی تَصَرُّف میں لا کر
جاپانی بڑا ہی گھناؤنا کھیل، کھیل رہے ہیں۔



فنا بقاء کے لئے ہے نہ کہ بقاء فنا کے لئے۔



پیغمبر و اولیاء مجموعہ اسرار ہیں،
ان کو اپنی حالت پرگماں کرنا زیاں کاری ہے۔



جنت و دوزخ حشر و نما ہونے پر
ہیرے اور کوئلے کی مانند نمودار ہوں گی۔



قیامت کے بعد آدم پھر تخلیق سے قبل کی
حالت میں چلا جائے گا۔



تخلیقِ آدم، شیطان کی وابستگی سے مشروط ہے۔



عشق فراق کے سمندروں ہی میں غوطہ زن رہے گا۔



نمود کی آرزو بھی وصل سے ہمکنار نہ کر سکی۔



عقل، دھواں دھار شعلہ کی مانند ہے۔



عشق، سُورج کی شعاعوں کی طرح ہے۔



زندہ خُدا کے ساتھ سانس لینے والی ہستیاں
فنا سے دُور رہتی ہیں۔



فراق میں ڈوبے ہوؤں نے وصل کی حسرت میں
تخلیق کے عمل سے ماتھے پر کلنک کی سیاہی مل لی۔



راتوں کی تاریکیاں تیرا ہی رونا رو رہی ہیں۔



خُدا (خود میں) خود بخود نمودار ہو رہا ہے۔



نفس سے آلودہ جسد کے لئے
لحد کفارہ کا کام دیتی ہے۔



جسد کی کثافتیں، مزید رد و بدل کے لئے
اس جہان میں واپس لوٹا دی جاتی ہیں۔

..... ❁

مومن، خُدا کا نوازا ہوا فرد ہے۔

..... ❁

مخلوق کو خُدا پر تعبیر کرنا، گمراہی کی علامت ہے۔

..... ❁

صانع کو، مصنوعات سے ملانا حماقت ہے۔

..... ❁

مادہ کو رُوح پر قربان کرنا،
خوشنودی حق کی دلیل ہے۔

..... ❁

تقدیر، یعنی عملِ خُداوندی کو بدلنے کی باتیں،
حکمِ عُدولی کے زمرے میں آتی ہیں۔

..... ❁

تقدیر پر معترض، تسلیم و رضا کا مدعی کیونکر ہو سکتا ہے۔



لپچاتے ہوئے نفس کی سیرابی سراب کی مانند ہوتی ہے۔



تخلیق کے مقاصد سے عاری، انسان نما مخلوق میں،
نفس بانجھ عورت کے موٹاپے کی طرح پھیلتا جا رہا ہے۔



نفس کی ہوس میں مبتلا جانیں چلچلاتی دھوپ میں
پیاسے کی طرح سہکتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔



جب نفس رُوحانی اظہار کو راہ دینے لگے
تو نجات کا دروازہ کھل جاتا ہے۔



ریزق اور سرمائے میں بڑا ہی بُنیادی فرق ہے۔



جب لوگ اچھائی کی گواہی دینے لگیں
تو برائی کا محاسبہ آزمائش سے کیا جاتا ہے۔



آزمائش دو ذہاری تلوار کی طرح کاٹتی ہے۔



ہر فرد پر زندگی مختلف معافی کا اظہار کر رہی ہے۔



جب تک تو خود سے نا آشنا ہے کسی دوسرے کو کیونکر جان لے گا۔



جب بے صورتی کی جھلک دکھائی دینے لگے
تو صورت پر اسرار ہوتی چلی جاتی ہے۔



دُوسروں کو دکھائی دینے والا
اپنی نظروں سے اوجھل رہتا ہے۔



دُودھ میں پانی ملا کر پکانا مکروہ ہے۔



موت پر رقصاں جانوں کی زندگی سوگ میں مبتلا رہتی ہے۔



جسد کو جلانے کا عمل، جہنم سے گزارنے کے مترادف ہے۔



شیطان ہم نشینی کے لئے دوست نما دشمن کا رُوپ دھارے
اُرد گرد منڈلاتا رہتا ہے۔



گناہوں کی چھاپ انمٹ سیاہی کی طرح
چہروں پر آویزاں رہتی ہے۔



رُوحانی رقص کی گردش ہمیشہ طواف کی سمت میں
جبکہ شیطانی ناچ اس کی اُلٹ جانب کو ہوگا۔



دُنیاوی مال و متاع رُوحانی گزند کے بغیر ممکن نہیں۔



سالم کو بغیر صدق کے ادا ہونے والے الفاظ کا خمیازہ
بھگتنا پڑتا ہے۔



نفس کی تعمیر کی بُیا و نجاست اور پلیدی پر رکھی گئی ہے۔



خُدا کا فضل اپنے متلاشیوں کو
چوروں اور رہزنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔



مارنے والے سے بچانے والا طاقت ور ہے۔



حق کو باطل میں بدلنے میں کوشاں جانوں کی ہلاکت
ان کا مقدر بن چکی ہے۔



اے مالک! آزمائش کی ہمت نہیں
اپنی رحیمی اور کریمی کی چادر میں ڈھانپ لے۔



قبول کرنے والے سائیں رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی
الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ کی التجا سُن لے۔



لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
عافیت کے سمندروں کو پار کرنے والا سفینہ ہے۔



اے رحیم! رحم کی پکار سُن لے۔



پُر اُمید اور مایوس کی گوشہ نشینی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔



زندگی کو کھیل گود سمجھنا نادانی ہے۔



اسلامی رُوحانیت کا سُورج طلوع ہو رہا ہے۔



نفس کو شریعت کے حوالے کر
تا کہ رُوح معرفت حاصل کر لے۔



رُوحانی پاکیزگی اور نفسانی آلودگی کی حد فاصل کو جان لے۔



ذات پات کا تعلق نفسانی ہے۔



صرف دینِ ابراہیمی ہی رُوح کو جلا بخش سکتا ہے۔



نفس سراپا غلاظت ہے۔



کلامِ وارث شاہ رُوحانی ہے۔



وارث شاہ نے پنجابی زبان کو امر کر دیا۔



مادری زبان سے نفرت پر غداری کی بُیا درکھی گئی۔



آبِ حیات پر کالے ناگ کا پہرا ہے۔



کالے ناگ کی نسل کشی ناممکن ہے۔



بادل، عاشق، بھور، فقیر اور کالا ناگ
ایک ہی حالت کے مختلف رُوپ ہیں۔



اسرار کے انکشافات پر شریعت کی بُیا درکھی گئی ہے۔



روحانی ترسیل نفسانی خوابیدگی طاری کر دیتی ہے۔



آنکھیں رُوح کی آماجگاہ ہیں۔



چشمِ بینا نور سے منور اور سرور سے بہرہ ور ہوتی ہے۔



آنکھیں، عرشِ معلیٰ کی طرف کا راستہ ہیں۔



عشق کے سرمائے پر ڈاکہ زن منتر جادو کے زمرے میں آتا ہے
جبکہ معجزہ رُوح سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔



حُسنِ عشق پر بغیر پڑھے جادو کا کام دیتا ہے۔



راگ عاشق پر بغیر الفاظ کے جادو اثر ہے۔



حروف کی اشکال میں جادو عامل پر مضر رُوحانی اثر ڈالتا ہے۔



اللہ پاک کے ننانوے نام صفاتی ہیں۔



وہ صورت جو ہر صورت سے بے نیاز کر دے،
دیدار کے نور کی مظہر ہوتی ہے۔



صورت میں بے صورتی جلوہ افروز ہو کر
روح اور بُت کا فرق بتا جاتی ہے۔



کسی حالت کو بھی دوام حاصل نہیں۔



عاشقوں کو عقلِ انسانی سے بڑھ کر کسی اور
ناپائیدار شے سے واسطہ نہیں پڑا۔



نورِ خداوندی کو پینا اور معصوم آنکھ ہی محسوس کر سکتی ہے۔



ہوس کی آگ کو دیدار کی جھلک بھسم کر دیتی ہے۔



سونا دھرتی کا جوگ ہے۔



عشق اور ہوس میں ازلی رقابت ہے۔



نفس شیطان کا آلہ کار بن کر انسان کو
گمراہ کرنے کے مٹا دینا چاہتا ہے۔



روح عشق میں ڈوب کر کمال کو پا لینا چاہتی ہے۔



عاشقوں سے حکمتِ عملی برتنے والے
اذیتوں کا شکار ہو جایا کرتے ہیں۔



کرامت سے متاثر ہونے والے کا یقین لمحاتی ہوتا ہے۔

چڑیوں کو پنجروں میں بند کرنے والے
کوؤں کا کاروبار کیوں نہیں کرتے؟



محبت کا یہ کیسا انداز ہے کہ ”اُس“ کو صرف
اپنے لئے قید کر دیا جائے۔



ناتواں کے سامنے قوی کو جھکانے کی خواہش نسوانی ہے۔



باز اور کوئے کی بازی کیونکر لگائی جاسکتی ہے۔



باز اور شیر کبھی مُردار نہیں کھاتے۔



دیدار کا رشتہ دیکھنے اور دکھائی دینے والے سے جوڑنا حقیقت کو
مجاز میں بیان کرنے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔



حقیقت کی راہوں میں اختیاری حربے
عاشقوں کو کب زیب دیتے ہیں۔



عاشق کا فراق باغیچہِ حُسن پر خزاں طاری کر دیتا ہے۔



وصل بہار کی مانند ہے۔



حُسن عاشق کی میراث ہے۔



رُت اور موسمِ عشق میں مہندی کے شگُن ہیں۔



فراق کی انتہائی حالتیں وصل کی زنجیریں ہیں
کیونکہ جس باد و باراں کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔



باز سے گونج چھیننے کی کوشش میں لالچی کو اہلکان ہو گیا۔

رُوٹھنا دلی اور ناراضگی دماغی حالت ہے۔



ستائے ہوؤں کو ستانا ظلم کے زمرے میں آتا ہے۔



تقدیر منشاء حق اور ہوونی باطل کا حربہ ہے۔



دیدار کا سرچشمہ چہرہ ہے اور ہوس کا تعلق
باقی جسم کے ساتھ ہوتا ہے۔



شیطان دیدار کے طالبوں کو جسمانی نمائش سے بہکانا چاہتا ہے۔



دُنیاوی مال کی حفاظت کے لئے اگر قانون وضع کر رکھے ہیں
تو رُوحانی کمائی پر ڈاکہ زن نفس محاسبے کے عمل سے
کیسے بچ جائے گا۔



عشق آزمائش سے ہی صیقل ہوتا ہے۔



خُداے بزرگ و برتر کے مقابلے میں شیطان کا تصرف
اوچھے ہتھکنڈوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔



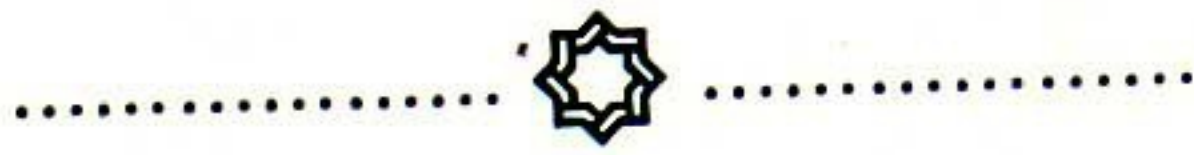
اقرار کے بغیر عشق کی وادیوں میں داخلہ ممنوع ہے۔



مقصود کی تلاش کا حاصل اس کا دیدار ہے۔



یومِ میثاق سے ہی بقائے دوام
عاشقوں کے لئے وقف کر دی گئی ہے۔



دیدار کی گھڑی پر وقت اور زمانے کا اطلاق نہیں ہوتا۔



مُدّتوں دَر دَر پھرانے والے کو جب رحم آتا ہے
تو محبوب کا دیدار متلاشی کا نصیب بن کر جھولی میں آگرتا ہے۔



دیدار یافتہ کے ساتھ نفسانی چالیں اور شیطانی حربے
مایوسی میں ہاتھ پاؤں مارنے کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔



محبوب عاشق کا حق ہے
جس کا چھن جانا ناممکنات میں سے ہے۔



عاشقوں کے حقوق پر نظرِ بدرکھنے والے
غیرتِ خُداوندی کا شکار ہو جایا کرتے ہیں۔



عشق خوف سے نجات دلا دیتا ہے۔



عشق یک طرفہ ہو ہی نہیں سکتا۔

عشق ہر رشتہ سے پاک ہے۔



شیشہ شربت کی ہلچل ہی پیاس کی شدت کا پیمانہ ہے۔



حُسن جلوہ افروزی کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔



جادو حُسن کا ہتھیار ہے۔



ناز و نیاز کا چوئی دامن کا ساتھ ہے۔



دیدار عاشق کا مقدر ہے۔



رَبِّا! فضل سے ہمکنار دیدارِ یار سے سرشار کو

پھر سے بے پروائی کی بھٹی میں نہ ڈال دینا۔



قبل از طلوع تاریکی اور غروب سے پیشتر اُجالا
جوگ ہی کے علامتی نشانات ہیں۔



جوتش اور نجوم کے علوم جوگ کے سائے کی مانند ہیں۔



نفس کو سیراب کرنے والی بہروپی
رُوحانی صورت گمراہی ہی کا راستہ ہے۔



صدق سے فریب کی شکست ازلی ہے۔



عشق کی صداقت ہجر کے پیراہن سے
وصل کی خوشبو سونگھ لیتی ہے۔



نفس کی سیرابی رُوح کی پیاس کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔



ناسوتی جہان رُوح کا پردیس ہے۔



مُرشدِ کامل مریدِ صادق کی اُنکلی تھاے

ساتھ ساتھ موجود رہتا ہے۔



غیب میں برسرِ پیکار خیر و شر کی جنگ اگر دکھائی دینے لگے

تو انسان کا لمحہ بھر کے لئے جینا بھی محال ہو جائے گا۔



دائمی مسرت ہر دلی رُوح نفس کے

دُکھوں کے مداوا میں پنہاں ہے۔



خوشی اور خوف کی رقابت قدیمی ہے۔



غمزدہ رُوح کی اُداسی زخم خوردہ جسم کے درد سے

زیادہ اذیت ناک ہے۔

پانچ کے ہندسہ میں رُوح کی قربانی
اور گیارہ کے ہندسہ سے رُوحانی نعمت میسر آتی ہے۔



ہزار ہا راتوں کی بیداری ایک دن کی نیند کا مداوا نہیں کر سکتی۔



عشقِ حقیقی میں نسوانی کردار ایک ہاتھ سے
تالی بجانے کے مترادف ہے۔



رات کا لباس تاریکی اور دن کا پہناواروشنی ہے۔



پانچوں محاذوں پر رُوح سے شکست خوردہ نفس
مایوسی کے عالم میں شیطان کی طرف لوٹ جاتا ہے۔



سیاہ کار کے لئے تاریکی اور مومن کے لئے اُجالا ناگزیر ہے۔



نفس کے آلہ کار کو رُوحانی نام دینا دشمن کو دوست کہہ کر پکارنا ہے۔



مُرشد کی رہنمائی میں مُرید کی تکمیل
ہر گلی گونچہ سے گزر کر ہی ممکن ہے۔



جوگ کا رُوحانی رنگ قوس و قزح کا سا ہے۔



رُوحانی جہان میں جوگ موسم کا رُوپ دھارے
لیلتہ القدر کا سا سماں لئے دکھائی دیتا ہے۔



رُوحانی کمائی پر ڈاکہ زن نفس کیسے سلامت رہ سکتا ہے؟



نفس کا صدمہ اور سُردونوں ہی ہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔



نفس کی ہوس کا حاصل بھی جہنم سے کمتر نہیں۔

راہنما اور رہزن اپنے اپنے مقصوم پر ہی لپک سکتے ہیں۔



بھٹکے ہوئے رُوحانی مُسافر کو خواب کی تعبیر آئینے میں ہندسوں اور الفاظ کے عکس کی مانند اُلٹ ترتیب میں دکھائی دیتی ہے۔



انسانی شعور باطن کے ظہور میں آنے سے پیشتر کے احوال کا احاطہ کیونکر کر سکتا ہے۔



جب جھوٹ فریب اور دھوکہ دہی رزق کے ذرائع بن جائیں تو رزاق مقدار سے برکت چھین لیتا ہے۔



مستجاب بارگاہ ایزدی میں مقبولیت دُعا سے مطلع ہو جاتا ہے۔



صورت سے بے صورتی کا مُسافر زمین و آسمان کے درمیان اوّلین روشن ستارہ کو راہِ عرش کے علامتی نشان سے تعبیر کرتا ہے۔

متلاشی حق کے راستے کی دیواریں نیست و نابود کر دی جاتی ہیں۔



عاشق کی نگاہ جس صورت پر نثار ہوتی ہے،
ہوس پرست اُسی پر گتے کی مانند لپکتا ہے۔



مکان کی عظمت اس کے مکین سے ہی عبارت ہے۔



کچھ لوگ سائل کے رُوپ میں
حاجت روائی کا مقدس فریضہ ادا کرتے ہیں۔



وہ خیال جو ”گن“ کے سمندر سے نور کی رو کی مانند اُٹھتا ہے،
اس کا انسانی شعور سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔



عاشق کو ہر پڑاؤ پر اپنے ہی قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے۔



عقل جب عشق کی اسیر ہو جاتی ہے تو یہ کوتاہ اندیش
اس کا تجزیہ کرنے بیٹھ جاتی ہے۔



کچھ لوگ آنکھوں کی زبان سے آشکار ہو جاتے ہیں۔



واسطہ ہی منزل کا نشان بتا دیتا ہے۔



موت سے قبل قرض کا ادا ہو جانا، بخشش کی علامت ہے۔



حقوق کے بیشتر دعویدار اپنے فرائض سے نابلدہ ہوتے ہیں۔



دُنیا دار کا درویش سے مریض کا سارشتہ استوار ہو جاتا ہے۔



عاشق اور محبوب کے درمیان کشش،

دو متضاد حالتوں کے ایک ہو جانے کا رجحان ہوتی ہے۔

رُوحوں کے ملاپ میں اجسام کی جدائی ان کا ازلی نصیب ہے۔



نامراد خدا سے انکار پر مبنی بکواس سے فضل خداوندی کو
جھٹلانے کی سعی لا حاصل میں سرگرداں رہتا ہے۔



غصہ، ہوس، لالچ اور تکبر ایک ہی بچھو کے نیش ہیں۔



غضب کے شکار سے حیات اور موت دونوں ہی پناہ مانگتی ہیں۔



نفس کو دُوروں میں اپنی شکل ایسے نظر آتی ہے،
جیسے مکروہ صورت کو آئینے میں اپنا چہرہ۔



سفلی خیال نفس کی رغبت کے ذریعے انسان کو گمراہ کرتا ہے۔



گناہ کے سرزد ہونے کا مقام مجرم کی جائے واردات کی طرح
اس کا گواہ بن جاتا ہے۔



خیالات کے ظہور میں آنے سے پیشتر
ان کی جزا و سزا بھی خیالات ہی کے ذریعہ سے ادا ہوتی ہے۔



باطل کا کاروبار کرنے والی حکومت کے عہدیدار
باطنی رُوحانی متصرف قوتوں کے نمائندے کیونکر ہو سکتے ہیں۔



دولت کے انبار پر تڑپتی ہوئی بیمار رُوح کے لئے سکون محال ہے۔



نفس کا اپنا نیش دُوسروں کے واسطہ سے لگتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔



کارخانہ قُدرت میں ہر طرح سے ایک جیسے دو کا ملنا محال ہے۔



اُدھورا رُوحانی سفر ذہنی انتشار کا باعث بن جاتا ہے۔



راہ مجاز کا محبوب و رقیب ایک ہی دشمن کے دو ہتھیار ہیں۔



سیم و زر کی افراط کو فصلِ خُداوندی کا نام دینا
دین کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے۔



رُوحانی مُسافر طے شدہ رُسومات کا مقید نہیں ہوتا۔



مخلص کو جاہل سمجھنے والا برباد ہو جاتا ہے۔



درویش پر نفسانی حصوں کے لئے فریفتہ انسان
اپنے ہی نفس کا نوالہ بن جاتا ہے۔



دُنیاوی خواہشات میں مبتلا انسانوں کا دل
آخر کہاں تک ان کا ساتھ دے سکتا ہے؟



سانپ اور مور کی دشمنی ازلی ہے۔



جنسی آسودگی رُوحانی نعمت ہی سے میسر آتی ہے۔



پیاسی زمین پر برستے بادل کا نظارہ
بہت ہی دلکش اور سُہانا لگتا ہے۔



کچھڑ پر مینہ برسانے والے کو ابر بہار کہنا زیادتی ہے۔



صورت و سیرت کا یکجا ہونا
کسی رُوحانی انقلاب کا ہی پیش خیمہ ہوتا ہے۔



رُوح کے جسم میں داخل ہونے کی گھڑی، رُوح پر قیامت
اور اخراج کا وقت نفس کے لئے قیامت ہے۔



نفس شیطان کا آلہ کار بن کر رُوح سے
پانچوں محاذوں پر برسرِ پیکار رہتا ہے۔



تپتے صحراؤں کی لُو بلند یوں کو چھو کر
برفانی طوفانوں کی محرک بن جاتی ہے۔



نعمتِ خُداوندی سے فیض یاب سرکش نفس
آسمانی قوتوں کو لٹکارتا ہے۔



عاشقِ علم و فن سے مالا مال خزانہ ہے۔



آفاقی، ضدیں ہی انسانی حیات کا سرچشمہ ہیں۔

دیارِ حقیقت میں عاشق و معشوق کا
توحید کی لذت سے ہمکنار ہونا ہی ان کی تکمیل ہے۔



متلاشی کی تلاش کا حاصل خود وہی نکلتا ہے۔



آدم کی ازلی لغزش کو دہرانے والا عشق حقیقی
کی لذت سے کیسے سرشار ہو سکتا ہے؟



شیطان عاشق کی دید سے منورِ حُسن کو ہوس کی
آماجگاہ بنانے کی کوشش میں مگن رہتا ہے۔



عاشق کی توجہ کا مرکز چہرہ اسرارِ عالم میں عجبوہ سے کم نہیں۔



عاشق کے محبوب چہرہ پر ہوس پرست کی نظر
گتے کے کھیر پر لپچانے کے مترادف ہے۔

عاشق محبوب کے حُسن میں جذب ہو کر عقل سے عاق ہو جاتا ہے۔



محبوب سے جنسی ملاپ کی آرزو تشنہٴ تکمیل رہتی ہے۔



دیدار کی جھلک ہوس کی آگ کو بھسم کر دیتی ہے۔



محسنِ انسانیت کی گودِ معصومیت کے ناطے ہی
بلی کی سکون گاہ بن سکی۔



کبھی کبھار مرید صادق کو خالی ہاتھ کر کے
اُس سے رسمِ صدیق ادا کروادی جاتی ہے۔



عاشق کے دل پر ٹھیس کنگرہٴ عرش کو لرزاں کر دیتی ہے۔



رُوحانی دولت سے مادی تصرّف کرنے والا
کبھی سلامت نہیں رہ سکتا۔



شیطان بھی خدا کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہے۔



جاد و فریبِ نظر ہے۔



معجزہ حق کی دلیل ہے۔



سیاہ رنگ پر آسمانی بجلی نشانہ پر میزائلی کشش کی مانند ہے۔



بڑھ کا درخت مہا تما بُدھ ہی کی نباتاتی شکل ہے۔



کھجور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے معراج پر نازاں ہے۔

انسانی شعور کا خون بہا بھی خود عشق ہی ہے۔



ازلی محروم کے لئے کوشش پہاڑ سے ٹکرانے کے مترادف ہے۔



پردیس کا خیال دیس کے پردیسی سے ملا دیتا ہے۔



خدا ترس حاکم ہی باطنی رُوحانی متصرف کی
ظاہری علامت ہے۔



دُنیاوی معیار پر پورا نہ اُترنے والا انسان
رُوحانیت سے بہرہ ور شخصیت کے ساتھ کیسے نباہ کر سکتا ہے۔



”عمل“ چاند کی مانند عشق کے سورج کا محتاج ہوتا ہے۔



دین و دنیا سنوارنے کی مقدّس کتاب کا پہلا ورق
کلمہ توحید سے عبارت ہے۔



تاریخی کارنامہ کے کسی کردار کو بیان کرنے والا اکثر
لقّاطی کے جادو سے لوگوں کے جذبات کا بیوپار کرتا ہے۔



شیطان مختلف حیلوں سے انسان کو گمراہی کا راستہ دکھاتا ہے۔



خُدا کی پناہ سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔



دینی معاملات میں دوکانداری کرنے والا
اپنے نفس کا غلام ہے۔



محبت کے لئے قُرب کا ہونا لازم ہے۔



نُطفہ کے ذریعہ سے صرف نفسانی عادات منتقل ہوتی ہیں۔



مادی ترقی پر نازاں شیطان کا ساتھی ہے۔



رُوح سے مادہ کی طرف گامزن ذہن فنا میں
بقا کو تلاش کر رہا ہے۔



خُدا ہر سُو مومن کا مددگار ہے۔



معصوم آنکھیں حیا کا پردہ واء کر دیتی ہیں۔



پناہ مانگنے ہی سے میسر آتی ہے۔



خالق بزرگ و برتر! اس دُنیا کو مخلوق کے لئے
جنت کا گہوارہ بنا دے۔

اے مالک! تُو اپنی تلاش میں مگن انسان کا ہم سفر
ہونے کا شرف عطا فرما۔



رُوح کو سیر اور جسم کو سیاحت کا درجہ حاصل ہے۔



خُدا کے بندوں کو صرف ذہنی موت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔



ایک ہی جہان کی مختلف سمتیں الگ الگ دکھائی دے رہی ہیں۔



معصوم کے سکون کو برباد کرنے والے
مادی تصرّف کو موت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔



معصوم نگاہ پر بے باکی سے جھانکنا، اذیت کا باعث بن جاتا ہے۔



قوی رُوح نفس کو نڈھال کر دیتی ہے۔

اے اللہ آفاق میں معصوموں کا جزیرہ کہاں واقع ہے؟



روزِ روشن کا شب سیاہ پر اختتامِ اس دُنیا کی بے ثباتی کا
مُنہ بولتا ثبوت ہے۔



خیالات و افکار پر قدرت والے کُل شےءِ قَدِیر
تو نیک اعمال کی ترغیب و توفیق عطا فرما۔



محبوب کا عاشق ہونا کب درکار ہے؟



بینا آنکھ سے کوئی شے اوجھل نہیں رہ سکتی۔



مشکوٰۃ ذرائعِ رزق کے متقاضی انسان کی میزبانی
شیطان کا دستِ خوان ہے۔



سادہ لوح انسان کو لُوٹنے والا اپنے سے زیادہ طاقتور
راہزن کو مدِّ مقابل پالیتا ہے۔



رُوح کو نفس اور نفس کو رُوح کے حوالے سے جاننا محال ہے۔



رُوحانی مُسافر مادہ پرست کے علم سے نابلد اور دُنیا دار
رُوح کے علم سے جاہلِ مطلق ہوتا ہے۔



نفس کا عیش رُوح کا جہنم ہے اور یہ دونوں
ایک دوسرے سے گریزاں ہیں۔



عاشق کا سوال ہی محبوب کا جواب بن جاتا ہے۔



عادت کو لگن کی لگام دے۔



سبب کو جانے بغیر مسبب کی تلاش بے سود ہے۔



درد دل کا چراغ اور دماغ دُکھوں کا گھر ہے۔



مخلوق ہی خالق کا نشان ہے۔



محبت پتھر کو موم اور نفرت موم کو پتھر بنا دیتی ہے۔



بلی گتے سے اور گٹا چوہے سے ڈرتا ہے۔



بغیر لکڑی کا مکان، قبر کا نمونہ ہے۔



ہیرا بننے سے قبل لکڑی کو بار بار جلنا پڑتا ہے۔



روح انسانی کو تبسم اور نفس کو اُس کی چال میں دیکھ۔

علاقہ دنیوی کا شکار پنچھی پرواز سے قاصر ہے۔



دانے پر پلنے والا پنچھی دوسرے کا نوالہ بننے پر مجبور ہے۔



آیاتِ کریمہ کی بلاغت،

صاحبِ قرآن کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔



رسالتِ توحید کا سرچشمہ ہے۔



انسانی حیات کی بقاءِ روحانی علوم کی تجدید ہی سے ممکن ہے۔



اے اللہ حُزن و ملال سے محفوظ رکھ۔



جب ذہن کا طورِ جل اٹھتا ہے تو قلبِ انسانی

کلامِ خداوندی کا متحمل ہو جاتا ہے۔

نفسانی رقابت کا شکار رُوحانی رقیب بن جاتا ہے۔



”مشاہدہ عمل“ ظاہری عمل کا محتاج نہیں۔



بلی اور یا قوت کا قصہ قدیم ہے۔



دردِ دل نفرت کے حجاب کو چاک کر ڈالتا ہے۔



ظالم کا کوتوال، مظلوم کا رُوحانی ساتھی ہے۔



ناز میں شانِ خُداوندی کی تعظیم و توصیف

اور غرور میں سرکشی کا پہلو عیاں ہوتا ہے۔



مولا! دکھیا رُوح دیدار کی طلب گار ہے۔



رُخ انور سے پردہ ہٹا دے مولا!



رُوحانی بیماریوں کا علاج
برگزیدہ چہروں کی زیارت میں پنہاں ہے۔



یونانی حکماء نے رُوحانی انکشافات کے کارنامے سرانجام دیئے
جبکہ موجودہ سائنسدان ان کا مادی پہلو بیان کر رہا ہے۔



محبوبِ خدا ہی مُحسنِ انسانیت کہلا سکتا ہے۔



اے اللہ عقل و شعور کو اپنے عشق کی حرارت
سے مژین کر دے۔



بخشش عبادت سے مشروط ہے۔



عشق میں ”مرتبہ“ کا حصول ناگزیر ہے۔



حراء سے بدر تک کے مقام کا حامل
معراجِ انسانیت کی درخشندہ مثال ہے۔



روحانی نعمت کا اظہار واجب ہے۔



مادیت سے پراگندہ انسان پستی کی علامت ہے۔



نورِ نبوت سے فیض یاب انسان بلند یوں اور عظمتوں
سے آراستہ ہے۔



شریعت اعمال پر اور طریقت خیالات پر قدغن لگاتی ہے۔



حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک کی مسافت
مقامِ محمدیؐ کی ابتداء ہے۔



دوسرے کی حالت پر شرمندگی فقر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔



فقیر کا جائے امن پر قیام بھی دشوار ہے۔



دھرتی پر عورت، امبر پر زہرہ دونوں ہی مجاز کے نشانات ہیں۔



پہلے آسمان پر سورج اور ساتویں آسمان پر
سورجوں کے سورج کا طواف جاری ہے۔



یا قوت روشنی کا آئینہ ہے۔



گھر، انسان اور جسم رُوح کی زینت سے آراستہ ہے۔

مادیّت کے جسمِ غفیر میں رُوحانی انسان گوہرِ نایاب ہے۔



جسم میں جو مقام زبان کو حاصل ہے،
ویسے ہی نگاہِ رُوح کی ترجمان ہے۔



غذا جسم کا اور ”ذکر“ رُوح کا آبِ حیات ہے۔



سُورج و زہرہ مرد و زن کے سے رشتہ کے مماثل ہیں۔



دُوری والے کا ثواب مقرب کی کوتاہی جیسا ہے۔



رُوحانیت میں نبوّت کو ”مادیّت“ میں سائنس سے
ارفع مقام حاصل ہے۔



اس جہان میں مادہ کا حصّہ رُوح سے سات گُنا زیادہ
رکھا گیا ہے۔



فقیر کی ہجرت نبیؐ کی ہجرت کے سایہ کی مانند ہے۔



طاقتور پرندے کے لئے مضبوط جال کا ہونا لازم ہے۔



جنت میں آدم کو شجر ممنوعہ کا پھل کھانے پر اُکسانے والا،
زمین پر اس کی جڑیں کاٹنے پر ٹٹلا ہوا ہے۔



مایوس کا ہر حربہ تباہی کا نشان ہے۔



جسم رُوح کا قید خانہ ہے۔



دراصل بھلا کرنے والے کی بھلائی ہی مقصود ہوتی ہے۔

عشق رشتوں کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔



دُکھی انسانیت سے کاروبار کرنے والا خدا کا دشمن ہے۔



عاشق دنیاوی معاملات میں سست اور
روحانی معاملات میں ہوشیار ہوتا ہے۔



خوف کا نکاس تکلیف پر مبنی جرأت کو جنم دیتا ہے۔



عشق حقیقی مجاز کے راستے رُوپذیر ہو کر نفس کا شکار
ہونے کے بجائے نفس کو شکار کر لیتا ہے۔



عشق حقیقی کے نشان مجاز سے نفسانی مباشرت سے
گزرنے والا برباد ہو جاتا ہے۔



عشقِ حقیقی سے منسلک انسان جب نفسانی آلودگی کے ابتلا کا نظارہ کرتا ہے تو اس کی رُوح کی آہ و بکا عرش کو ہلا دیتی ہے۔



عبادتِ گاہِ حُسن کو جائے گناہ میں تبدیل کر نیوالا ابلیس کا ہمنوا ہے۔



دیدارِ خُداوندی سے فیضِ یابِ آدمؑ، نفسانی آلودگی کا مرتکب ہو کر بہشت سے محروم کر کے زمین پر پھینک دیا گیا۔



زمین پر عشقِ حقیقی کی نشانی انسان پھر سے نفسانی آلودگی کا مرتکب ہو کر دُنیا بھی کھو بیٹھتا ہے۔



دیدار کی جھلک سے محروم رکھنے والا حق بجانب نہیں ہو سکتا۔



نفس کو حُسن کی پاکیزگی سے فیضِ یاب ہونا
کیونکر میسر آ سکتا ہے۔

رُوحانی مُسافر کو لُبھانے والی ہمدرد صورت
کسی خدائی مددگار کا باعث بن جاتی ہے۔



عاشق شدتِ عشق میں محبوب کی صورت کو حالتِ محویت میں
”پاتا“ ہے جبکہ صورتِ محبوب کے دیدار کا تعلق اسی کیفیت
کے متشکل ہو جانے کا نام ہے۔



حُسنِ عاشق کی نگاہ میں پنہاں ہے۔



بیماری اور جہالت کے خلاف جہاد کرنے والے
کے نام کو فنا نہیں ہے۔



عشقِ محبوب کے چہرے پر جلوہ افروز ہوتا ہے۔



ضمیر مُردہ ہو جائے تو اس کی جگہ ایسی قوت لے لیتی ہے
جو سزا دے کر بھی مُعاف نہیں کرتی۔



فقیر کو رنجِ قُدرتی آفات کو غضبِ ناک بنا دیتا ہے۔



عقلِ عشق کی کیفیات کے لئے زہرِ قاتل ہے۔



دُنیاوی مال و متاع پر لپچانے والے گمراہ نفوس کا وہی اشیاءِ زحمت
بن کر پیچھا کرتی رہتی ہے۔



نفس کا جہانِ رُوح کے لئے زندان ہے۔



مہربان مُرشد کا تصرّف عقیدت مند کو گمراہ ہونے
سے بچا لیتا ہے۔



دُنیاوی خواہشات کی تکمیل پر شکر سے عاری
بیزاری نفسِ ناتواں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔



نفسانی لذاتِ رُوح کی آماجگاہ کو برباد کر دیتی ہے۔



اے اللہ نعمت پر شکر کرنے کی توفیق عطا فرما۔



اے مالکِ لذتِ شکر کی تاثیر سے بہرہ ور کر دے۔



اے جلال و جمال کے مرکز، جمالِ حُسن کے پردہ کو ہٹا دے۔



عاشق کو دیدار سے محروم کرنے والا کب ثابت قدم رہ سکتا ہے۔



محبوب کی بے پروائی اُسے ہوس پرست
کی رقابت کے شر سے محفوظ رکھتی ہے۔

محبوب کا چہرہ خدا کے گھر کے راستے کا دروازہ ہے۔



ہجر کے مریض کے لئے محبوب کی نگاہ آبِ حیات سے کم نہیں۔



عاشق کی آنکھ محبوب کے چہرے پر مرکوز رہنے کی بناء پر
اس کے جسم سے لا تعلق رہتی ہے۔



محبوب کی بے پروائی آخر کار عاشق کو بے پروا بنا کر
مقامِ محبوبیت پر فائز کر دیتی ہے۔



عشق رُوحانی ہونے کی بنا پر ہمیشہ رشتہ ازدواج
سے لا تعلق رہتا ہے۔



روشنی کی مانند درویش کی صحبت بھی چہروں پر سے
نقاب ہٹا دیتی ہے۔

کوئی شخص درویش کے سامنے اپنا اصل چھپانے پر
قُدرت کھو بیٹھتا ہے۔



نفسِ عادت کا غلام ہے۔



رُوحِ عشق کی تاثیر ہے۔



عشق حاجت ہے امیر ہے۔



سب سے بڑا محتسب مردِ صالح کا ضمیر ہے۔



مشقّت کے بغیر حاصل شدہ نعمت ضائع ہو جاتی ہے۔



طاقت و رُوحِ نفسِ انسانی کو اپنا ہیج بنا دیتی ہے۔



مماثل رُوح جوگ میں گاڑی کا دوسرا پہیہ ہے۔



جنسی رقابت حیوان سے مستعار لی ہوئی
انسانی جبلت ہے۔



جنس باعثِ تخلیق اور محبت افزائشِ نسل کا پیش خیمہ ہے۔



جنس اور محبت کے فرق کو نہ جاننے والے افراد
حیوانی سطح پر زندگی گزارتے ہیں۔



مکاری اور بُزدلی منافقت کی علامات ہیں۔



معصومیت کا فقدان چہرے کے خدو خال تبدیل کر دیتا ہے۔



اُن گنت نفسانی خواہشات جہنم ہی کا دوسرا نام ہے۔

وہم اور شک انسان کو اپنی ہی پراگندگی کردار
کے باعث ہیں۔



خوبصورتی خدو خال کی موزونیت اور حُسن
معصوم رُوح کا مَنہ بولتا ثبوت ہے۔



بابل کے کنوئیں میں لٹکے ہوؤں کو چاند کے مقرب ستارے
کا درجہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔



مادہ میں محبت ہوس پر غالب ہے۔



صداقت کی تلاش کسی صادق کے واسطہ ہی سے ممکن ہے۔



پیغمبرؐ کے فرمودات پر بحث کج روی کی علامت ہے۔



عالم کی حقوق اللہ سے حقوق العباد تک کی دُنیاوی مسافت
اور صوفی کا حقوق العباد سے حقوق اللہ تک کا سفر ناگزیر ہیں۔



حقوق العباد سے نفسانی تربیت اور حقوق اللہ سے
روحانی تمکنت و طمانیت حاصل ہوتی ہے۔



عشق مجازی پیاسی رُوح کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔



فریب پر مبنی خلوص میں اگر اتنی کشش پنہاں ہے
تو حقیقی میں کس طرح جلوہ نما ہوتی ہوگی۔



الوہیت سے مستعار لی ہوئی ممتا تخلیق کی اصل بُنیاد ہے۔



فریب ہستی سے مسحور متلاشی حق سکونِ قلب سے
کیونکر ہمکنار ہو سکتا ہے؟

مومن کو معراج، خدا کے فضل ہی سے نصیب ہو سکتی ہے۔



سجدے میں گریاں گنہگار، متکبر زاہد سے بدرجہا افضل ہے۔



صلوٰۃ کے بغیر نجات ناممکنات میں سے ہے۔



روح کا بیان مشکل ترین اور مشاہدہ

آسان ترین حالتوں میں سے ہے۔



روحانی فراق کا مجازی صورتوں سے سیراب ہونا

ناممکنات میں سے ہے۔



روح بے صورتی میں ڈھل کر اپنی اصل کو پا لیتی ہے۔



صورت کے حوالے سے وصلِ روح سراب کی مانند ہے۔

ناسوتی جہان میں جہانِ باطن کے متعین فیصلوں کا اطلاق ہی
نافذ العمل دکھائی دے رہا ہے۔



دیدار کی متمنی ارواح کا مقدّر بے قراری کے سوا کچھ بھی نہیں۔



عنقا کی طرح اس جہانِ فانی میں اخلاص ناپید ہے۔



کسی سانحہ کو رسم یا عقیدہ بنانے کے بجائے اس نفسانی جبلت کی
تصعید بدرجہا بہتر ہے جس کی بناء پر ظلم برپا ہوتے ہیں۔



حاکم کے افعال کی جزا و سزا عام فرد کے افعال سے
کروڑوں گنا زیادہ ہوتی ہے کیونکہ ایک کا اجتماعی زندگی
اور دوسرے کا فعل چند افراد پر اثر انداز ہوتا ہے۔



عظمت کی علامت کسی فرد کی معاشرے میں اُس کی مادی حیثیت
کی بجائے بلندی کردار ہے۔



تخلیق کی بُنیادِ محبت کی صفت پر استوار کی گئی ہے۔



اے اللہ اس جہان کو انسانیت کا مسکن بنا دے۔



آدم جنسی ہوس کی، کثافت کا مرتکب ہو کر
جنت الفردوس سے ہاتھ دھو بیٹھا۔



روحانی تسکینِ نفسانی پاکیزگی ہی سے مینسرا آتی ہے۔



ظلم کی بُنیادِ خوف اور بُزدلی پر ہی رکھی گئی ہے۔



راہِ حق کی قدر و منزلت سے آگاہ انسان ہی جاں نثاری
پر آمادہ ہوتا ہے۔



قرآن کریم کی ایک سورۃ شریفہ ہی
دُنیا کے تمام علوم سے جامع ہے۔



قلبِ انسانی ہی اللہ کے پاک کلام کا متحمل ٹھہرایا گیا۔



اجتماعی بے صورتی نے مامتا کے روپ میں
انفرادی صورت دھار لی۔



نفسیاتی علوم صرف انسانی نفس ہی کی تشریح و تحقیق پر مبنی ہیں
جبکہ رُوحانیت کے ساتھ ان کا دُور کا بھی واسطہ نہیں۔



انسانی دانش کا اقوال کی صورت میں اظہار
بلاغت کا بہترین نمونہ ہے۔



موت سے ڈرنے والا زندگی کو کیونکر عزیز رکھے گا۔



نفی اثبات کے اظہار کے وقت پس پردہ قوت کا ادراک ہونا
بھی اشد ضروری ہے۔



صداقت کے مظہر گو سچ بولنے کے ساتھ ساتھ
سچ سننے کا بھی مستحمل ہونا چاہیے۔



مایوس و نا اُمید کی تلاش در بدر ٹھو کریں کھانے
کے سوا کچھ بھی نہیں۔



خلوص اور صداقت پر مبنی مجالس کے آداب کا بجالانا
سلوک کے راستوں میں لازم ہے۔



ذاتی انا دوسرے کو تکلیف پہنچانے سے قبل
اپنے آپ کو مجروح کرتی ہے۔



راہنما سے بحث کے اُلجھاؤ میں پڑنے والا
مشاہدہ کے تجربہ سے محروم رہتا ہے۔



روحانی ہم سفر کے لئے، ہم خیال ہونا ضروری ہے۔



مقدس مقامات کے تقدس کو پائمال کرنے والا
بے ادبی کا مرتکب ہوتا ہے۔



نفسِ امارہ سراپا غلاظت ہے۔

رُوحانی پاکیزگی نفسانی آلودگی کو دھو ڈالتی ہے۔



اخلاص حکمت کا انمول خزانہ ہے۔



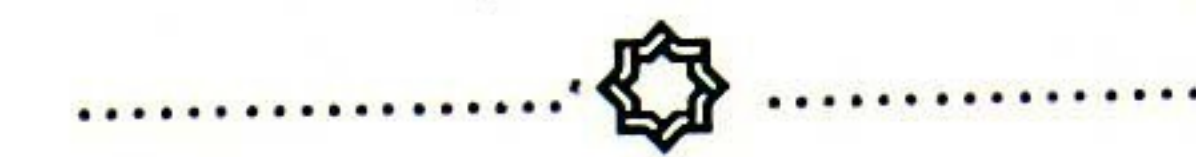
غلاظت پر فریفتہ پراگندہ نفس رُوح کا حق چھیننے
کے درپے ہے۔



عورت اور مرد کی تخلیق نفس واحدہ کا کرشمہ ہے۔



دُنیا کی لُبھانے والی اشیاء سے اُکتاہٹ
رُوحانی مسافروں کا ازلی حصّہ ہے۔



نادانی انسان کو بار بار عادت کی طرف لوٹاتی رہتی ہے۔



خواہشات پر قابو پا جانے والا ہی انسانیت کا مسیحا ہو سکتا ہے۔

وہ دن ضرور آئے گا جب انسان کھانے پینے سے مبرا
اور غلاظت سے چھٹکارا حاصل کر کے جنت کی حدوں کو
پھر سے چھو لے گا۔



خُدا کو تلاش کرنا ہے تو دُکھی اور شکستہ دلوں میں ڈھونڈ۔



فقرِ اُکے آستانوں پر درِ دل کی نعمت میسر آتی ہے۔



شعور کا دوزخ بھرنے کے بجائے رُوح جیسے گوہرِ نایاب
کی بازیابی کا گرسیکھ!



ذہنِ اذیت اور قلبِ تسکین کا منبع ہے۔



خُدا کی قسم محبت اور خلوص سے بڑھ کر میٹھا
اور کوئی دُوسرا میوہ ہے ہی نہیں۔

محبت کے مظہر کا مُنکر کانٹوں کی راہ کے سفر پر گامزن ہے۔



نفس کی انتہائی عزیز ترین اشیاء زن، زراور زمین
رُوحانی آزادی کی ازلی دُشمن ہیں۔



سالک اور مجذوب کا بُنیادی فرق صفائی ہی میں پنہاں ہے۔



نفرت اور غلاظت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔



بشری تقاضوں سے گریزاں شخص رہبانیت
کا شکار ہو جاتا ہے۔



اے مالک! کم ظرف آزمائش کا متحمل کیسے ہو سکتا ہے۔



وسو سے اور ادراک کے دقیق فرق سے نابلد شخص
غلط نتائج اخذ کرتا رہتا ہے۔



خیال کے ظہور پذیر ہونے سے قبل ایک حالت ایسی بھی ہے
جو اس کو تبدیل کر سکتی ہے۔



مُتَّانِفس پر نثار اور بلی رُوح سے سرشار ہے۔



عالمِ بے عمل کی اپنی غلاظت نفس کے باوجود دُوروں کو نصیحت،
بے ثمر درخت کے مانند ہے۔



محبت سے رحم اور نفرت سے غصہ جنم لیتا ہے۔



فصلِ خُداوندی کبھی کبھی سالک کی خواہشِ نفس کے باوجود بھی
شیطان کو اس کے قریب پھٹکنے نہیں دیتا۔

اخلاص و اخلاق کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔



متکبر کی ہم نشینی عذابِ عظیم ہے۔



شیطان کی متلاشی حق کو بارہا گمراہ کرنے کی کوشش کے باوجود
عاشقِ صادق فصلِ خداوندی سے اپنی لگن میں مگن رہتا ہے۔



ہر وہ شے جو نفس کو لبھاتی ہے نفس کے مقام کی پہچان ہے۔



خیر کی راہ دکھانے والا، ابلیس کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔



نفس آسائش اور تکلیف دونوں حالتوں میں گمراہی کے
درپے رہتا ہے۔



نفس پرست خوشامد سے پُھولا نہیں سماتا۔

حج کی سعادت کے لئے شیطان پر تین بار پتھر برسانا شرط ہے۔



خُدا یا ہجر کی سبک کو وصل کی مہک سے ہمکنار فرما۔



عرفانِ پیغمبر سے رُوح کی باریابی اور ہوسِ نفس
کی نفی درکار ہوتی ہے۔



فقیرِ غیرتِ خُداوندی سے متصف ہوتا ہے۔



محبت، انسان تو درکنار جانوروں کو بھی اسیر بنا لیتی ہے۔



آئیڈیل کی شدت باطن پر اثر پذیر ہو کر
ظاہری صورت کو بھی اس کے مماثل بنا دیتی ہے۔



صاحبِ کتابِ کامل درویش سے بیعت
ان کے وصال کے بعد بھی ممکن ہے۔



عشق سے بے بہرہ اور کرامت کا متمنی
روحانیت کا متلاشی نہیں ہو سکتا۔



عاشقِ بامراد کے لئے موت ایک پڑاؤ ہے۔



لقاءِ حضورؐ کی بخشش سب تمناؤں کا حاصل ہے۔



صاحبِ کتابِ عاشقِ صادق اپنے کلام کی صورت میں
زندہ جاوید ہستی ہے۔



ولی اللہ کی روح زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔



دُنیا سے اُکتا کر رُوحانیت میں پناہ حاصل کرنے والا
اگر پھر سے دُنیا کا طالب ہے تو منزل گمراہی میں ہے۔



حُصولِ علم کے لئے دُنیا کی سیاحت عبادت سے کم نہیں۔



احسان فراموش، ہمدرد اور مخلص دوستوں کی
قربت سے محروم ہو جاتا ہے۔



عیار انسان اپنے گرد ایسا حصار کھڑا کر لیتا ہے
جس میں بالآخر خود ہی دفن ہو جاتا ہے۔



شیطان کا پیروکار مختلف مقامات پر اپنا موقف
تبدیل کرتا رہتا ہے۔



عاشق پر منتر پھونکنے والے کا علم ساقط کر دیا جاتا ہے۔

فقیر کو نادان گردانے والا احمقوں کی جنت میں رہتا ہے۔



مخلص کے ساتھ منافقت خدائی غیظ و غضب کو لکارتی ہے۔



کسی نے کسی کو دیکھا، کسی نے کسی کے دیکھنے کو دیکھا،
تو دونوں کا فرق واضح ہوتا چلا گیا۔



نفس پرست کی نصیحت جہالت کی علامت ہے۔



کام، کرودھ، لوبھ، مودہ، ہنکار ایک ہی موذی سانپ کی
مختلف سوراخوں سے ڈسنے کی کوشش ہے۔



اشیاء کی حقیقت کچھ اور ہے اور دکھائی کچھ اور دیتی ہے۔



شیطان جب گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے،
تو مخلص متلاشی حق کو خدا اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔



کم ظرف کی حرکات ہی اُسے بے نقاب کر دیتی ہیں۔



رُسومات کو عادت بنانے والا حقیقت کے ادراک سے
ہمیشہ نابلد رہتا ہے۔



عامل کا سارا عمل سُورج گرہن کے مانند ہے۔



سخی، محتاج کا محتاج ہونے کے باوجود حاجت روا کا اہم کردار ہے۔



مال و زر کی محبت میں مبتلا والدین کی اولاد
شفقت سے محروم رہ جاتی ہے۔



رُوح کا واسطہ بھی اگر نطفہ کے حوالے سے ہوتا
تو سگے بھائیوں کے اعمال میں یکسانیت پائی جاتی۔



مرنے سے، موت کا خوف زیادہ تکلیف دہ ہے۔



انسانوں کی بھیڑ میں انسانیت
دم توڑتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔



نفس پرست سے درویش کی صحبت گدھ اور شہباز کی
رفاقت کے مترادف ہے۔



مادیت پسند انسانوں کا یہ ہجوم دُنیا کو جہنم بنا کر ہی چھوڑے گا۔



دورِ حاضر میں سیاست کو عبادت قرار دینے والے
کوّے کو باز کہنے پر مصر ہیں۔

کمینے مفلس سے سخی مالدار بدرجہا بہتر ہے۔



لاچ اور ہوس پرستی کا اگر یہی معمول رہا تو آدم کو بہت جلد
جنت کی طرح اس دُنیا سے بھی نکال دیا جائے گا۔



منافق مُسلمان ہی اسلام کا بدترین دشمن ہے۔



بندگی رُوحانی بالیدگی اور ہوس نفسانی آلودگی ہے۔



آدم نما بھیڑوں کا ریوڑ آخر کار کڑہ ارض کے
قصاب خانے کی نذر ہو جائے گا۔



دُنیا کی جنت نظیر وادیوں کو انسان کیوں قتل گا ہوں
میں تبدیل کرنے پر تُلّا ہوا ہے۔



خلوص و محبت سے عاری زندگی ایک ڈراؤنے خواب کا
رُوپ دھار چکی ہے۔



انسان نما درندہ اس دُنیا پر قیامت سے قبل ہی
قیامت برپا کئے ہوئے ہے۔



مغربی دُنیا دراصل سُورج کے مشرق کی بجائے
مغرب سے طلوع ہونے کا خواب دیکھ رہی ہے۔



غروب، طلوع پر کیسے بازی لے جاسکتا ہے؟



مشرق تخلیقی اعتبار سے وقت اور زمانے میں
مغرب سے آگے ہے۔



ازلی طور پر طلوع کا تعلق رُوحانیت سے
اور غروب کا مادیت سے رکھا گیا۔



بندگی سے عاری لوگوں کا ہجوم مکڑیوں کی یلغار کی مانند ہے۔



خدایا! امن و آشتی کے حقدار اس جہان کو پھر سے
جنتِ ارضی کا نمونہ بنا دے۔



جہانوں کے خالق اس دُنیا کو نیک دل انسانوں کی
بستی میں تبدیل کر دے۔



کرسی استحصالی قوتوں کا بدترین ہتھیار ہے۔



پراگندہ خیالات انسانی ذہن کو باولے گتے کی مانند
پریشان رکھتا ہے۔

انسانیت کے مُنہ سے روٹی کا نوالہ چھیننے والے کا شکم
جہنم کی سی بھوک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔



حرص و ہوا کا سب سے تر نوالہ حریص کا اپنا وجود ہوتا ہے۔



نفسِ انسانی کی سب سے مرغوب غذا
غلاظت سے بھرپور ہوتی ہے۔



مجازی محبوب کی بے وفائی کا رونا رونے والا
غیروں سے کیسی کیسی توقعات وابستہ کئے بیٹھا ہے۔



مخلوقات کو مناسب رزق کے تناسب کے ساتھ تخلیقی عمل سے
گزارا گیا، مگر ناشکرا انسان عدل سے عاری تقسیم سے
اپنے جیسے انسانوں کو غربت و افلاس سے بھوکوں مارنے
کی کوشش میں مصروف نظر آ رہا ہے۔

روحانی متلاشی کا دُنیا دار ہم سفر نتیجتاً مادی حصول پر
اس کے محرک سبب کا بدترین دشمن ثابت ہوگا۔



صفتِ رزاقی پر مخلوقات کا تصرف چوٹی کے مُنہ میں
دانے سے بھی کمتر ہے۔



روزِ اوّل سے ہر روگ کا علاج بھی اِسی میں رکھ دیا گیا۔



شہد کی تخلیق اور اس کا تصرف کرنے والی مکھی میں
بڑا ہی بُنیادی فرق ہے۔



جوگ کا نشان اطمینان میں پنہاں ہے۔



فقیر کے گرد دُنیا دار کھیتی کی باڑ کی مانند ہے۔



رُوح کا زخم نفس کی مرہم پٹی سے کیونکر مندمل ہو سکتا ہے۔



رُوحانی اطمینان کے لئے مروجہ نظام کو یکسر
تبدیل کرنا ناگزیر ہے۔



مادہ پرست دُنیا میں انسانوں کا جینا محال ہوتا جا رہا ہے۔



کرّہ ارض پر انسانیت کا سب سے بڑا دشمن بھی انسان ہی ہے۔



انسان دورِ حاضر میں بڑی تیزی سے فطرت سے
دُور ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔



وِاب میں محبوب کی صورت میں دکھائی دینے والا خیال،
ظاہر میں محبوب کی صورت کے دیدار سے پیدا ہونے والے،
خیال کا ہی تسلسل معلوم ہوتا ہے۔

مادیت میں امن کے متلاشی، جہنم میں گلزار کی جھلک کے طالب
نادان کا کردار ادا کر رہے ہیں۔



جاہل و فاسق جب ناصح بن بیٹھیں تو عاقل و دانش مند کی شناخت
کوڑے میں بازو دیکھنے کی سعی لا حاصل ہے۔



قوم کے کردار کا بہترین نمونہ حاکم کی صورت
میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔



ظاہر میں لبھانے والی محبوب صورت،
باطن میں خوبصورت خیال ہی کا تسلسل ہے۔



لامحدود کی حدوں کا تعین ہی سرے سے نادانی ہے۔



نظارے کا تعلق صرف آنکھ سے ہے مگر مشاہدہ کے لئے
مکمل حواس کا ادراک ضروری ہے۔



تشنہ تکمیل خواہشات انسان کو در بدر پھرنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔



درحقیقت انسانی خارجی صورت کے بجائے
اپنے آپ ہی سے پیار کر رہا ہوتا ہے۔



ایک محرم حال کا ساتھ لاکھوں نا آشناؤں کی صحبت سے بہتر ہے۔



حسین کا حُسن، فنکار کا فن اور صاحبِ حال کی ”دولت“
ایک ہی نعمت کے مختلف رُوپ ہیں۔



جُوں جُوں جانداروں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے،
تُوں تُوں آسمانوں پرستاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

لامحدود کی حدود کے تعین کے ساتھ ہی اگلی لامتناہی حدود کا سلسلہ
شروع ہو کر حدود کو لامحدود میں بدل دیتا ہے۔



محبوب کو خارج کی بجائے خود میں تلاش کرنے سے ہی
وصل نصیب ہونا ممکن ہے۔



عشق حقیقی میں ملاپ نہ ہونا خود کو دوسرے میں دیکھنے کی
تمنائے لا حاصل ہے۔



قومی کردار کی عکاسی کا حامل کسی قوم کے کردار کا
اصل نمونہ ہوتا ہے۔



یا حیُّ و یا قیُّوم مجھے جسمانی و روحانی بیماریوں سے محفوظ فرما۔



اعزازات حاصل کرنے والوں کو نظر انداز
کرنے والی قوموں سے وہ اعزاز چھن جایا کرتے ہیں۔



نذرانے کے مستحق افراد سے جب حکومتی کارندے
زبردستی رشوت لینے لگیں تو حکمرانوں کا انجام دُنیا کے لئے
نشانِ عبرت بن جایا کرتا ہے۔



اکثر لوگوں کو کھیل گود میں مبتلا کر کے انجام سے بے خبر
کر دیا جاتا ہے۔



دُنیاوی شہرت کے ہیرو روحانی ہستیوں کے
مرہونِ منت ہوتے ہیں۔



کینسر کے شفا خانوں کی تعمیر کے ساتھ ساتھ
اس مرض کے اسباب کا بھی قلع قمع ضروری ہے۔

حرص و ہوا کے تجارتی مرد اور عورت کی حکمرانی
بتدریج زوال کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔



جب قومیں احسان فراموشی کی مرتکب ہوتی ہیں
تو انسانیت کی محسن ہستیوں کو پابندِ سلاسل کر دیا جاتا ہے۔



آزمائش کی گھڑی میں اپنے دعوؤں کے برعکس جو لوگ
دشمن کے ساتھ کندھا ملائے کھڑے نظر آئیں
تو آستین کے ان سانپوں سے ہوشیار رہنے ہی میں بھلائی ہے۔



خدا جب شیطان کے پیروکاروں کو ڈھیل دیتا ہے تو وہ
خدا کی بجائے شیطان کی حکمرانی کے دعوے کرنے لگتے ہیں۔



یا مالکِ النَّاسِ! جاؤ اور سو اس کے شر سے محفوظ فرما۔



مادی ترقی رُوحانیت کو جھٹلانے کے زعم میں مبتلا ہو کر
سب کچھ گنوا بیٹھے گی۔



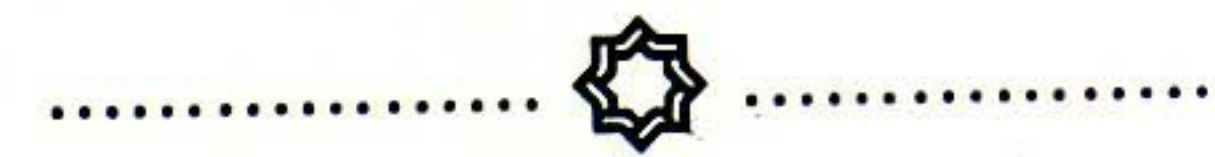
جسم کی غذا خوراک اور رُوح کی غذا ذکرِ خداوندی ہے۔



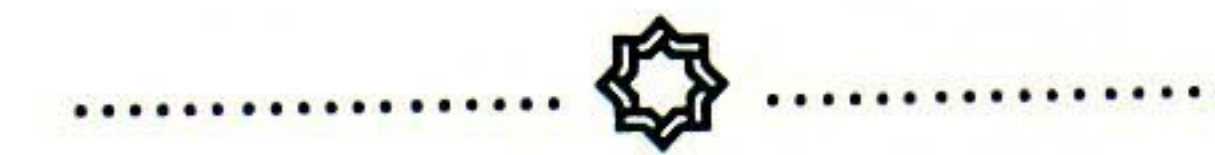
گزری ہوئی ہستی کی تلاش درکار ہے
تو اس کو اپنے باطن میں ڈھونڈنے کی سعی کر۔



اُستاد کی دل شکنی علم جیسی دولت سے محروم کر دیتی ہے۔



خلاصہ کائنات اپنی تفصیل کو جاننے کے لئے
بڑا ہی بے تاب ہے۔



استاد کا بے ادب طالب علم والدین سے کیسے مودب ہو سکتا ہے۔



اولاد کی ذمہ داری سے فرار کا آرزو مند،
اولاد کی اولاد کے منحصوں میں پھنسا دیا جاتا ہے۔



روحانیت کے نام پر آزادی حاصل کر کے دُنیاوی اُمور میں لمحات
ضائع کرنے والا اصل میں اپنے ہی دام فریب کا شکار ہے۔



روحانی ہستیوں کے شکار پر نفسانی گتے کیونکر لپا سکتے ہیں؟



رحیم کی صفت کے مظہر کو مصیبت میں گرفتار دشمن پر بھی
ترس آتا ہے۔



لاچھی افراد کی ہلاکت کے اسباب کے پیچھے دوڑنے والے کو
گمراہی کے اندھیروں میں پھینک دیا جاتا ہے۔



بسا اوقات عبادت گاہوں میں رب العالمین کے حضور بعض لوگوں
کو مخلوقِ خدا کے لئے بددُعائیں مانگتے سنا گیا ہے۔



انسانی جذبات کے اظہار کے سامنے عقلِ عیار
کے بند ٹوٹ جایا کرتے ہیں۔



ملاقات کے اوقات میں ناشکری کی حالت میں مبتلا ساتھی
روحانی بیزاری کا باعث بنتے ہیں۔



روح کے بغیر عبادتِ مُردہ لاش کی مانند ہے۔



بعض کوتاہ اندیش دُوروں کے احسانات کو
اپنا استحقاق سمجھ لیتے ہیں۔



کینسر کا سبب بننے والوں کا اس مرض کی پیچ کنی
کرنے والوں سے کیا رشتہ ہو سکتا ہے۔



بلڈ پریشر، شوگر اور دوسرے امراضِ قلب کی طرح
کینسر بھی روحانی بیماریوں کے زمرے میں آتا ہے۔



ادراک اور وسوسوں کا ماخذ الگ ہونے کے باوجود
ایک نظر آتا ہے۔



عشق ابھی تشنہ تکمیل ہے۔



دانا کھیل گود سے عاقبت سنوارنے اور نادان ذاتی مفادات
حاصل کرنے کی کوشش میں مگن رہتا ہے۔



دوست دشمن کا ساتھی نہیں ہو سکتا۔

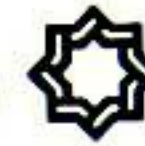
محبوب کا خُدا حافظ کہنا قیامت سے کم نہیں۔



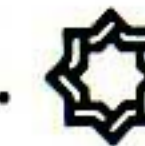
رُوحانی صورت پر ذلیل نفس کی رغبت لالچی گُتے کی مانند ہے۔



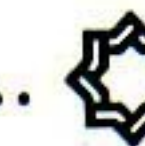
درحقیقت محبوب ہی عاشق کو رقیبوں کے دَر پر
ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیتا ہے۔



شیطان نفسانی خواہشات کے حصول کے لئے ہی
عبادات کا سہارا لینے پر مجبور نظر آتا ہے۔



ٹھوکریں کھانے اور مارنے والے آخر کار
اپنے اپنے انجام کو پا لیتے ہیں۔



اگر ہار جیت کھیل کا جزو لاینفک ہیں
تو پھر ہارنے کے بعد حزن و ملال کے کیا معنی؟

محبوب کی نگاہ رُوح کا آبِ حیات ہے۔



رُوحانی اور مادی زندگی کا اعتدال ہی اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔



وساوس کا شکار و سوسہ غلط ثابت ہونے پر بھی اُس پر مُصر رہتا ہے۔



بعض لوگوں نے دین جیسی مقدس شے کو بھی
ذاتی اغراض کے تابع کر دیا ہے۔



مخلوق کو ضرر پہنچانے والے عامل کو درویش بڑی دانائی سے بے
بس کر دیا کرتے ہیں۔



رُوحانی سفر میں ہچکچاہٹ نفس پرستی کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔



کچھ افراد کی نگاہ نچھو کے نیش سے بھی زیادہ اذیت ناک ہے۔

چار چشم کی نگاہ جب ایک ہو جائے تو عشق کا رشتہ
استوار ہو جاتا ہے۔



دھوکہ باز بالآخر اپنے ہی دھوکے کا نوالہ بن جاتا ہے۔



نفس کی بیزاری رُوحانی صحت کی علامت ہے۔



روزِ اوّل سے رُوح کی معراج معصومیت پر اور
نفسانی پراگندگی کی بُنیاد عیاری پر رکھ دی گئی ہے۔



جب تیرے نفس کا رزق مقرر ہے،
تو پھر تیری کوشش رُوحانی رزق کے لئے درکار ہے۔



جب رُوح نفس پر غالب آنے لگے
تو جسمانی لباس کے رنگ ڈھنگ کی تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے۔

اس جہان میں رُوح کا لباس جسم اور اُس جہان میں
ذات کا لباس یقیناً رُوح ہوگی۔



جنت و دوزخ، راستے کے پڑاؤ ہیں۔



حور و غلامِ حُسنِ ازل کے پر تو ہیں۔



آواز کے لہجے کا تلخ و شیریں ہونا زبان کی بجائے
کان کے استعمال پر منحصر ہے۔



اگر تیرا کعبے کا طواف دُرست ہے
تو پھر تُو یہود و نصاریٰ کے تلوے چاٹنے پر کیوں مجبور ہے۔



نفس کی رغبت مغرب کی جانب اور رُوح کا میلان
مشرق کی طرف فطری ہے۔

باد و باراں کو وصل اور خشک سالی کو
تیج و تاب کے لئے وقف جان لے۔



دُنیاوی رزق کا فوری حصول رُوحانی جوئے کے بغیر ممکن نہیں۔



خلقِ خدا کو خوف و ہراس میں مبتلا کرنے والے کے انجام
کا ہیبت ناک ہونا لازمی ہے۔



حقیقت پر مبنی پیش گوئی نعمتِ خداوندی ہے۔



جب رقیبِ اتوار کو ملاقات کا متمنی ہے
تو پھر محبوب تیرا ہے یا رقیب کا؟



جمعاتِ رُوحانی اجتماع سے منسوب ہے۔



خواب کی صورت میں دکھائی دینے والا خیال
بیداری میں بھی صورت سے خیال ہی اخذ کر رہا ہوتا ہے۔



انسانی فطرت میں عشق مرد و زن کی باہمی کشش کا نتیجہ ہے۔



معصومیت، عاشق کی آنکھ کا کرشمہ ہے۔



روحانی فرزند صادق دین و دنیا کی وراثت کا حقدار ہوتا ہے۔



عشق کا نشہ روح کے لئے مختص کر دیا گیا ہے۔



روحانی رُکاوٹ کا باعث بننے والے کا علم ساقط کر دیا جاتا ہے۔



جہاں شہد بنانے والی مکھی کا حاصل اس کی نسل کی افزائش پر
صرف ہوتا ہے، اس مقام کو امن و سکون کا گہوارہ بنا دیا جاتا ہے۔

بُلبُل، بلی، شہد کی مکھی تینوں ہی مُبارک
مقامات پر بسیرا کرتی ہیں۔



رُوح بلی پر اور نفس گتے پر فریفتہ ہے
اور ان کی باہمی رغبت ہم جنسیت کی بناء پر ہے۔



دن کی نیند نفس کے لئے اور رات کی نیند
رُوح کی بیزاری کا باعث بنتی ہے۔



راتوں کے جاگنے والوں کا ستارہ شمس،
صبح دم طلوع ہو کر اندھیروں کو سو یروں میں بدل دیتا ہے۔



تندرستی کا شکر ادا نہ کرنے والا
بیماری سے چھٹکارا حاصل کرنے کی فکر میں مبتلا رہتا ہے۔



نیک سیرت اولاد اللہ کی خاص نعمتوں
میں سے ایک ہے۔



نادان کارگ وریشہ تبدیل کرنے کے بجائے
اپنے آپ کو راستی پر گامزن کر۔



مقدس مقامات پر پڑمردہ دکھائی دینے والے چہرے
شیطانی مسکنوں پر جلوہ افروز نظر آتے ہیں۔



خداوند! خواہش نفس کے بجائے وہ چیز عطا فرما
جو میرے لئے بہتر ہے۔



میرے مولا خطا کار کو خوف کی بجائے
رحم سے راہ ہدایت پر گامزن فرما۔



اے اللہ نفس کی سیرابی کو رُوح کی راحت میں بدل کر
طمانیت قلب عطا فرما۔



گل عالموں کے رَبِّ! اپنے نام لیواؤں کے
اہل و عیال پر سلامتی فرما۔



میرے مالک نفسانی شر اور رُوحانی فیض کے
دقیق فرق سے روشناس فرما۔



اے اللہ! ہجر کی آگ سے جلے ہوئے سینوں کو
وصل کی ٹھنڈک عطا فرما۔



رحیم و کریم! بندہ اتنی ساری کوتاہیوں اور لغزشوں کا کفارہ ادا کرنے
کے قابل نہیں، ہم گنہگاروں کو اپنی رحمت کے صدقے مُعاف فرما۔



ذہن کوہ طور کی مانند جل چکا ہے، سسکتی ہوئی رُوح کو
اپنے پاک دیدار سے فیض یاب فرما۔



خُدا یا! تیری رحمت کو نیک نیت کے عمل کا
ضیاع کیسے گوارا ہو سکتا ہے۔



اُن گنت ستاروں کو روشن کرنے والے مولا
خاکپائے وارث شاہ کے دیئے کو بھی روشن فرما۔



أَلَا إِنَّا أَوْلِيَاءُ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ
کی نوید سنانے والے خوف سے امن کی جانب گامزن فرما۔



رَبِّ شُكُّوْ راپنے عاجز و مسکین بندے کو اپنے کرم سے
دین و دُنیا کی دولت سے مالا مال فرما۔



حاجت مندوں کے درماں خُدا یا! اپنے سوا کسی اور کا محتاج نہ کر۔



رحمتوں کے بحر بے کنار! اپنے فضل و کرم سے
دین و دُنیا میں سرفراز فرما۔



مالکِ کون و مکاں اپنے فضل سے اسمِ بامسمیٰ بنا دے۔



حسنِ ازل! دیدار کے طالبوں کو وصل کی نوید سنا۔



شامِ الم کو صبحِ صادق میں بدل دے میرے مولا۔



مخلوقات کے خالق! مخلوقات کے اسرار و رموز سے
آگاہ فرما کر حقیقتِ اولیٰ سے روشناس کر دے۔



حُسن و جمال کے مالک! رُخِ انور سے پردہ ہٹا کر
اداس رُوح کو سوز و مستی سے نہال کر دے۔



جہانوں کے وارث! دین و دُنیا کی وراثت کو اپنی پناہ میں رکھ۔



اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ اپنے اسمِ اعظم کی برکت سے
خضرِ راہ بنا کر ویسی ہی حیاتِ جاوداں سے ہمکنار کر۔



معجزہ و کرامت کے مالک رؤف و الرحیم! جاؤ و اور حسد کے منفی
اثرات سے محفوظ فرما۔



خداوند اپنے حبیبؐ کے صدقے اپنا بندہ بنا لے۔



لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ
کا ورد زبان کو ہر دم نصیب فرما۔



میلانہ دیلمہ سپینا

محبوب کے رُخِ انور کی دید کو وصل اور جدائی کو فراق کا نام دینے والا عاشق ابھی عشقِ حقیقی کی ابجد سے بھی نا آشنا ہے۔ حُسن و عشق اس بحرِ بے کراں ہستی میں موجزن وہ لہریں ہیں، جو الگ نظر آنے کے باوجود ایک ہیں۔ جن کے ادراک کے لئے ان کے وجود کا احساس بھی حجابِ اکبر سے کم نہیں۔ چونکہ جز کے کل میں سما جانے کا عمل ابھی جاری ہے۔ لہذا عشق ابھی تشنہٴ تکمیل ہے۔

سنڈراف سپرچوئل سائنسز

بابو صابو، لاہور بائی پاس، لاہور

فون: 0333-4232689 ویب سائٹ: www.jehanewaris.com